پانچ سوال

((لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيم أفناه، وعن علمه فيم فعل فيه ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيم أنفقه ، وعن جسمه فيم أبلاه .))

(سنن ترمذي ، رقم الحديث: ٢٤٢٩)

''قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی بارگاہِ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہوگی) یہاں تک کہ اس سے (ان چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اسے اس نے کن چیزوں میں استعمال کیا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے کمزور کیا اور کھپایا۔''

عملی پہلو یا عملیّت

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

صاحبو! محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کس چیز میں اور کیوں کر کرنی چاہیے، اس کے لیے آج ہم کو سیرت نبوی علی صاحبہا السلام کا عملی پہلو دکھانا ہے، یہ انبیائے کرام علیہم السلام اور بانیان مذاہب کی موجود سیرتوں کا وہ باب ہے جو تمام تر خالی اور سادہ ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلے کے لیے کافی ہے کہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا خاتم کون ہوسکتا ہے۔ مفید نصیحتوں، میٹھی میٹھی باتوں اور اچھی اچھی تعلیموں کی دنیا میں کمی نہیں، کمی جس کی ہے وہ کام عمل ہے۔ موجودہ مذاہب کے شارعوں اور بانیوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ آؤ، دل چسپ تھیوریاں ملیں گی، دلآویز حکایتیں ملیں گی، خطیبانہ بلند آہنگیاں ملیں گی تقریر کا زور شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئے گا۔ مؤثر تمثیلیں تھوڑی دیر کے لیے خوش کردیں گی مگر جو چیز نہیں ملے گی وہ عمل، کام اور اپنے احکام و نصائح کو آپ برت کر اور کر کے دکھانا ہے۔

انسان کی عملی سیرت کا نام خلق (اخلاق) ہے، قرآن کے سوا اور کس مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے، کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بدر جہا بلند انسان تھا، لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست و دُشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا:

﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ o وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ o﴾[القلم:٣،٤]

''(اے محمد ﷺ!) بے شک تیری مزدوری نہ ختم ہونے والی ہے۔ اور بے شک تُو بڑے (درجہ کے) اخلاق پر ہے۔''

یہ دونوں فقرے گو نحو میں معطوف و معطوف علیہ ہیں لیکن درحقیقت اپنے اشارۃ النص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں یعنی دعویٰ اور دلیل ہیں، پہلے ٹکڑے میں آپ کے اجر کے نہ ختم ہونے کا دعویٰ ہے، اور دوسرے ٹکڑے میں آپ کے عمل اور اخلاق کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے، یعنی آپ ﷺ کے اعمال اور آپ ﷺ کے اخلاق خود اس کی دلیل ہیں کہ آپ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا مکہ کا امی معلم ﷺ پکار کر کہتا تھا:

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o﴾[الصف:٢]

''کیوں تم کہتے ہو جو کرتے نہیں۔''

(مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

13 ربیع الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 14 تا 20 فروری 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 07 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

بھائی چارے کی پالیسی

حافظ احمد شاکر

کسی چیز کا اچھا یا برا ہونا اس کے نتائج پر منحصر ہوتا ہے۔ جمہوریت اچھی ہے یا نہیں یہ اس کے ثمرات بتائیں گے لیکن یہ تو ایک حقیقت ہے کہ یہ نظام ہے کافرانہ جس میں بندے گنے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے۔ جمہوریت کے تلخ ثمرات میں سے ایک کڑوا پھل یہ بھی ہے کہ اس میں دینی غیرت بلکہ انسانی غیرت ختم ہو جاتی ہے کہ اس میں مذہب کو ذاتی اور عمل کو انفرادی مسئلہ کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اکثریت مسلم، غیر مسلم، فاسق و فاجر جس کو بھی اقتدار میں لے آئے تو سب اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بے غیرتی کی انتہا یہ ہے کہ اکثریت اگر کسی انسانیت سوز اور غیر فطری اخلاقیات کا تقاضا کرے تو جمہوریت کو اس کے حق میں سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ گزشتہ دو تین دہائیوں میں بعض یورپی ممالک کے قوانین کی منظوری اس پر گواہ ہے۔ جو حکومتیں یا حکمران جمہوریت کا قلادہ گلے میں ڈال چکے ہیں ان کی ترجیح جمہوریت ہی ہوتی ہے وہ کفر و اسلام سے (عموماً) بالا ہو کر دوستی اور دشمنی کے پیمانے اور اُصول بناتے ہیں۔ میڈیا جن ممالک کی جمہوریت نوازی میں رطب اللسان ہوتا ہے جمہوریت نواز حکمران جبری یا اختیاری طور پر انھیں کے گن گاتے اور انھی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب کہ اسلام مسلمان سے کیا تقاضا کرتا اور اس کی کیا راہ نمائی فرماتا ہے اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں بیان فرما دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے خونی رشتوں، مال وزر، تجارت، خوش کن رہائشوں کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ سب کچھ تم کو اگر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم اللہ کے حکم......یعنی عذاب......کا انتظار کرو۔ اس طرح نبی ﷺ کی معروف حدیث مبارک کے مفہوم کے مطابق کہ نبی ﷺ کی ذات گرامی سے جب تک مسلمان کو اپنے آباء، اولاد اور تمام جہان سے زیادہ محبت نہ ہو اس وقت تک اس کا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ اس آیت وحدیث نے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔ ایک اور حدیث پاک ہے کہ مومن، مومن کا بھائی ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق مومن مومن کے لیے آئینہ ہے۔ ان آیات واحادیث کی تعلیمات ہماری یعنی پاکستانی حکومت کی راہنمائی یہ کرتی ہیں کہ پہلے درجے میں حکومت جمہوری ممالک اور اسلامی ممالک......خصوصاً سعودی عرب......میں امن اور معیشت کی تقابلی رپورٹ تیار کرائے، (جو یقیناً پہلے ہی موجود ہوگی)۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی ممالک اپنے طرز حکمرانی کا انتخاب کریں وطن عزیز کا نظریہ تو پہلے ہی ماشاء اللہ بقول سیاستدانوں کے اسلام کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسلام کی بنیاد پر ہمارے حکمران مسلم ممالک کا ایک پلیٹ فارم قائم کریں یقین کریں اُمت مسلمہ آپ کے اس حسن عمل کی پذیرائی کرے گی اور خوش آمدید کہے گی۔ ہمارے برادر عظیم سعودی عرب جو ہمارا ہی نہیں ملت اسلامیہ کا محسن بھی ہے، ہمارا بھرپور ساتھ دے گا کہ پاکستان اور اہل پاکستان کے ساتھ اس کی محبت بے مثال ہے اور پاکستان کا ہر مسلمان اس خطہ پاک کے لیے جاں نثار ہے۔

سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ، سورۂ ممتحنہ کے علاوہ دیگر مقامات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار سے دوستی، ان کو رازدان بنانے اور کفار سے خفیہ دوستی...... پس پردہ سیاست کاری...... سے حکماً منع بھی فرمایا ہے اور یہ بھی وضاحت فرما دی کہ کفار کبھی تمھارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے کینے کو بھی بیان فرما دیا اور کفار کے سینوں میں حسد وبُغض کے جلتے شعلوں کا تذکرہ بھی فرما دیا ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ کوئی بھی کافر کسی مسلمان......فرد یا ملک......کا دوست نہیں ہو سکتا اس لیے اس کو دوست بنانا، اس پر اعتماد کرنا اس کو رازدان بنانا حکم الٰہی کی صریحاً نافرمانی ہے۔

مشاہدہ کیا کہتا ہے اور تاریخ کیا کہتی ہے اس سے قطع نظر مسلم لیگ خصوصاً اور ہمارے سیاستدان عموماً قیام پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اس جذبے کا اظہار کرتے رہے کہ قیام پاکستان نظام اسلامی کے نفاذ کی ایک کوشش تھی جو کامیاب ہوگئی جس کو نظریہ پاکستان کے نام سے

تحریروں اور تقریروں میں پیش کیا جاتا رہا۔ اور عوام کو یہ باور کرایا جاتا رہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو چونکہ شعائر اسلام ......قربانی واذان......کی ادائیگی کے لیے مشکلات تھیں اس لیے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر یہ خطہ حاصل کیا گیا۔

دنیا میں امریکا نے جب سے نیوورلڈ آرڈر جاری کیا اس کے بعد وطن عزیز میں نفاذ اسلام کو مقصد قرار دیے جانے کا اظہار کم سے کم ہوتا ہوتا اب تقریباً ختم ہو چکا ہے اور ہر لیڈر، سیاستدان کی زبان رطب اللسان سے قیام پاکستان کا مقصد اسلام یا نظام اسلام کی بجائے معاش و معیشت اور جمہوریت ہی کا اظہار ہونے لگا ہے۔ امریکا نے جب سے نیوورلڈ آرڈر کے ذریعے دنیا کو ایک گاؤں ......Global village......قرار دینے یا بنانے کی کوششیں بایں طور شروع کر رکھی ہیں کہ میڈیا کے ذریعے......خصوصاً غیر مسلم......دنیا کی معاشرت وثقافت کو ٹیلی ویژن، موبائل فون، انٹرنیٹ اور فلموں کے ذریعے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے گھروں تک پھیلا کر مذہبی، علاقائی اور خاندانی رواجوں اور معمولات کو اس طرح تلپٹ کر دیا گیا ہے کہ ہر فرد، ہر گھر اور ہر خاندان کرچی کرچی ہو کر رہ چکا ہے، اور دوسری طرف سودی جال کے ذریعے اشیائے تعیش......جو اصل میں اسراف وتبذیر ہی ہیں......کی میڈیا کے ذریعے پبلسٹی اس تواتر وتسلسل کے ساتھ کی جا رہی ہے کہ ہر گھر اور خاندان معاشی اتھل پتھل کا شکار ہو چکا ہے اس دجالی دور میں تو عوام کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں دین، مذہب، اسلام کس کو یاد رہے گا سوائے ان پسماندہ فکروں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے مغربی دنیا کی چندھیا دینے والی روشنی کی چکا چوند سے بچا رکھا ہے نیو ورلڈ آرڈر کے بالجبر نفاذ کے لیے طاغوت (یعنی صلیبی اور یہودی لابی) نے معیارِ زندگی کے عنوان پر بے حیائی اور......بذریعہ بنک......گاڑیوں اور مکانوں......کا لیز پر حصول اور سودی قرضوں (کریڈٹ کارڈ) کا گاڑیوں اور مکانوں ایسا پھندا لگا رکھا ہے کہ اس پھندے سے بچ نکلنا محال ہوا جا رہا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے طفیل یہ وبا اگرچہ پسماندہ اور ترقی پذیر......مسلم وغیر مسلم......ممالک میں پھیلائی جا رہی ہے لیکن اپنے دین اسلام پر مکمل ایمان، یقین، اعتماد کی بنیاد پر مسلم سربراہوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مسلم اُمہ بن کر پسماندہ اور ترقی پذیر مسلم ممالک کو اس جنجال سے بچائیں اور ان کو اس دلدل سے نکال کر انصارِ مدینہ کی طرح اسلام کی بنیاد پر مواخات کی پالیسی تشکیل دیں ان شاء اللہ دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر پائیں گے۔

وجہ پسندیدگی؟

ایک عرصہ سے بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کا نعرہ وقفے وقفے سے گونج رہا ہے، نا مشرف دور حکومت میں اس کی ابتدا ہوئی تھی مشرف تو اپنے عرصہ اقتدار میں بھارت سے دوستی کے لیے بہت بے تاب بلکہ ممیاتے رہے، اس کے بعد پی، پی کے دور حکمت میں بھی گاہ گاہِ یہ غلغلہ اُٹھتا رہا۔ نظریاتی سوجھ بوجھ رکھنے والوں کو اس پر نہ کوئی تعجب ہوا اور نہ ہی اچنبا لگا لیکن جناب میاں نواز شریف کی حکومت میں اس نعرے کا دوبارہ لگنا یا عام ہونا اس لیے محسوس ہو رہا کہ میاں صاحب کی ذاتی خوبیوں میں پاکستانیت کا ذکر بہت کیا جاتا تھا بلکہ اب تک کیا جاتا ہے لیکن وفاق اور پنجاب دونوں ان نعروں اور خبروں پر دم سادھے بیٹھے ہیں، پڑوسی سے اچھے تعلقات رکھنا بے شک اسلام کی ہدایت ہے لیکن ایک غیر مسلم ملک کہ وطن عزیز میں جس کی ''کارگزاریوں'' کا بھانڈا ابھی پھوٹنے لگ گیا ہے، کے لیے یہ نرم گوشہ؟ ۷۱ء میں جس ملک کی آنجہانی وزیر اعظم نے یہ کہا ہو کہ نظریہ پاکستان کو ہم نے سمندر میں غرق کر دیا ہے اس لک سے پریت کے یہ جذبے؟ جس ملک کی ایک سرکردہ لیڈر......سونیا گاندھی......اس تفاخر کا اظہار کرے کہ پاکستان کو ہم نے ثقافتی یلغار سے فتح کر لیا ہے اس ملک کو پسندیدہ قرار دیے جانے کی بے تابی؟ جس ملک کی ہر حکومت نے کشمیری مسلمانوں پر ظلم وجور میں کمی نہیں کی اس کے لیے دریچہ دل کی یہ فراخی؟ مسلمان کے لیے تو ایک ہی پسندیدگی ہے اور ایک ہی ہونی چاہیے اور وہ ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

درس قرآن

قسط نمبر ۴۰

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ○إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ○إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ○ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ○﴾

[الصّٰفّٰت:۷۸-۸۲]

''اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے باقی رکھا۔ (یہ کہنا) کہ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کردیا۔''

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾ یہ حضرت نوح علیہ السلام پر چھٹا انعام ہے کہ ہم نے بعد میں آنے والوں میں اسی کی ثنا وتعریف باقی رکھی۔ امام مجاہد وغیرہ نے ''ترکنا'' کا مفعول ''الثناء الحسن'' بنایا ہے۔ اوراس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی تعریف وتوصیف ہمیشہ رہے گی۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں جو زائل نہ ہو مگر ان پر ہمارا یہ انعام ہے کہ ان کے بعد سب آنے والے ان کی تعریف میں رطب اللسان رہیں گے۔

تمام اقوام کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام کے واسطہ سے ہے۔اور تمام اقوام کے نزدیک وہ محبوب ہیں حتیٰ کہ مجوسی بھی انھیں اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں اوراپنی لغت میں ان کا نام ''أفریدون'' بتلاتے ہیں۔(قرطبی)

تاریخ الادب الہندی میں مولانا سید ابونصر احمد حسین بھوپالی نے طوفان نوح کا قصہ تفصیل سے لکھا ہے اوراس میں حضرت نوح علیہ السلام کو ''مانو'' کہا گیا ہے جس کا معنی اللہ کا بیٹا یا نسل انسانی کا جدِاعلی بتایا جاتا ہے۔(قصص القرآن:۱/۵۵)

امام کسائی، الفراء، المبرد اور زمخشری فرماتے ہیں کہ ''ترکنا'' کا مفعول ''سلام علی نوح فی العالمین'' ہے۔یعنی ان کے بعد آنے والوں میں ہم نے یہ کلمہ باقی رکھا۔اس لیے اس کا مصداق ہر وہ ہے جو ان کا نام لیتا ہے اوران پر سلام بھیجتا ہے اور ''علیہ السلام'' یا ''سلام علیہ'' کہتا ہے۔خواہ وہ نام لینے والے فرشتے ہوں، مومن جن ہوں یا انسان ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا○﴾[مریم: ۱۵]

''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوگا اور جس دن زندہ ہوکر اُٹھایا جائے گا۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا○﴾[مریم:۳۳]

''اور خاص سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوں گا اور جس دن زندہ ہوکر اُٹھایا جاؤں گا۔''

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں مخلوق پر سب سے زیادہ وحشت تین مقام پر ہوتی ہے: (۱) پیدائش (۲) موت (۳) اور قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان تینوں مقامات کے شر سے سلامتی اوران کے خوف سے امن کی بشارت دی ہے۔(شرح اسماء الحسنٰی للرازی)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان تینوں مقامات کے شر سے سلامتی کی التماس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا یہی پیغام دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ہے، چنانچہ فرمایا گیا ہے:

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۰۹]

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ ۝﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۳۰]

﴿سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ۝﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۲۰]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس قدر بلند مقام عطا کیا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی تعریف کرتے اور ان کے لیے سلامتی کی دعا کرتے رہیں گے۔ (مفردات)

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں سلام کا اسلوب کچھ مختلف ہے:

﴿سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ﴾

''تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔''

یہ دائمی سلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ان پر ساتواں انعام ہے۔

''عالمین'' میں بعض نے کائنات کی ہر نوع مراد لی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نوع انسان کے آدم ثانی ہی نہیں بلکہ کائنات میں تمام چرندو پرند کے بقا کا سبب بھی ہیں۔ یوں اشارہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر سلامتی کی دعا جن وانس اور ملائکہ ہی نہیں کرتے بلکہ تمام حیوانات بھی ان کے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے حافظ ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شام کو ﴿سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ﴾ پڑھ لیتا ہے اسے بچھو نہیں ڈستا۔ (تفسیر قرطبی: ۱۵/ ۹۰)

بعض حضرات نے مجھے بتلایا ہے کہ موذی جانور کو دیکھ کر یہی سلام مسلسل پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں۔

''سلام'' کے حوالے سے کچھ مزید تفصیل سورۂ یٰسٓ کی آیت: ۵۸ کے تحت بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔



بقیہ: حقوق الزوجین

واجب نہیں ہے۔ زیورات کے معاملے میں تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جو زیور موجود ہے، بس کافی ہے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر بھی جوڑے بنوا کر دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ یوں وہ بنوا دے تو یہ اس کا احسان ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ عورت کی ملکیت میں جو زیور ہے، اس زیور کی زکات شوہر پر واجب نہیں، تاہم شوہر کو چاہیے کہ ایسے موقعوں پر کچھ رقم بیوی کو دے دیا کرے تاکہ اسے آسانی ہو جائے، ورنہ شوہر پر واجب نہیں۔ شوہر رقم نہ دے سکے تو عورت کو چاہیے کہ اپنا کچھ زیور بیچ کر اس کی زکات ادا کرے۔ خاوند کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر ان عبادتوں میں اس کا مال خرچ کرنا ناجائز ہوگا۔ عورتیں اس میں بہت بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا انھیں خیال تک نہیں آتا۔

زکات کے علاوہ بھی یہی مسئلہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی سائل کو یا کسی مدرسے کو چندہ وغیرہ نہیں دے سکتی۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لاتنفق امرأة شيئا من بيت زوجها إلا بإذن زوجها.)) قيل: يا رسول الله! ولا الطعام؟ قال: ((ذاك أفضل أموالنا.))

(جامع الترمذی، رقم: ٦٧٠)

''کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے (یعنی صدقہ وخیرات میں نہ دے)۔'' آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ہمارا سب سے بہتر مال ہے۔''

اسی طرح شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کو کچھ خریدنا بھی جائز نہیں۔ عورتوں کی عادت ہے، بلاوجہ اور اندھا دھند چیزیں خریدتی جاتی ہیں اور ذخیرہ کرتی رہتی ہیں۔

درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: وفاة النبي ﷺ ، وقول الله تعالى:
﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝﴾[الزمر: ٣٠]
وقوله تعالى:
﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۝﴾[الانبياء: ٣٤]

٣٢-عن أنس رضي الله عنه قال: لما ثقل النبي ﷺ جعل يتغشاه ، فقالت فاطمة رضي الله عنها: واكرب أباه! فقال: ليس على أبيك كرب بعد هذا اليوم . فلما مات ، قالت: يا أبتاه! أجاب ربًا دعاه، يا أبتاه! من جنة الفردوس مأواه، يا أبتاه! إلى جبريل ننعاه . فلما دفن قالت فاطمة رضي الله عنها: يا أنس ! أطابت نفوسكم أن تحثوا على رسول الله التراب!"
(صحيح بخاري، رقم: ٤٤٦٢)

وفاتِ نبی کریم ﷺ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:
''بے شک آپ کو بھی موت آئے گی اور یقیناً وہ بھی مرنے والے ہیں۔''
نیز فرمایا:
''اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی، سو کیا اگر آپ فوت ہو گئے تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

۳۲: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بوجہ بیماری بوجھل ہوئی تو آپ ﷺ پر بار بار غشی کا عالم طاری ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے ابا جان کی تکلیف! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے بعد تیرے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔'' جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ہائے ابا جان! آپ نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہہ دی، جنت الفردوس میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے، ہم جبریل علیہ السلام کو آپ کی وفات خبر سناتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے انس! تمھارے دلوں نے نبی کریم ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا!''

فوائد:

۱: موت ہر انسان کو آنی ہے۔ اس اُصول سے ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ بھی مستثنیٰ نہیں کیوں کہ وہ بھی انسان ہی ہیں اور کسی بھی انسان کے لیے دنیا میں دوام اور ہمیشگی نہیں ہے۔
۲: اگر نبی کریم ﷺ زندہ ہوتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی غمگین گفتگو نہ فرماتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے وفات النبی ﷺ پر کتاب المغازی میں کافی احادیث ذکر کیں ہیں جن کا مطالعہ تمام شکوک وشبہات کو دور کردے گا۔ شائقین صحیح بخاری کتاب المغازی کی طرف مراجعت فرمائیں۔

(باقی صفحہ ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

مقالات علميه

قسط نمبر ١٠

اللہ تعالیٰ اور بندے کی آپس میں محبت

اور اہل السنۃ والحدیث کے نزدیک اس کا معنی

موہب الرحیم

⑪......جو چیز مومن اور غیر مومن سب کے لیے ،سب سے زیادہ اللہ کی محبت پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے وہ اللہ رب العزت کے انعام ہیں۔

آلاء اللہ اور ایام اللہ کا تذکرہ قرآن مجید میں بہ کثرت ہوا ہے۔

آلاء اللہ کو یاد کرنے سے انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے احسانات وانعامات کی قدر پیدا ہوتی ہے اور ایام اللہ کو یاد کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کے عذابوں سے خوف کھاتا ہے۔ اگرچہ ایام اللہ سے محبت بھی پیدا ہوتی ہے جس طرح آلاء اللہ کی یاد سے اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

یہ نعمتیں کئی انواع پر مشتمل ہیں:

❁......انسان سے بلاواسطہ تعلق رکھنے والی نعمتیں: اس میں سب لوگ شامل ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اس کو ہاتھ دیے ہیں جن سے وہ لکھتا ہے اور اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتا ہے، انھی ہاتھوں سے وہ اپنا دفاع کرتا ہے، کھانا کھاتا ہے اور جسم وجان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے کوشش کرتا ہے، وغیرذلک۔

اسی طرح پاؤں بنائے ہیں جن سے وہ چلتا ہے، کان دیے ہیں جن سے سنتا ہے، آنکھیں ہیں جن سے دیکھتا ہے، عقل دی ہے جس سے غور کرتا ہے۔ یہی مؤخر الذکر تین چیزیں علم حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

ان میں سے ہر نعمت انسان کے لیے بہت قیمتی ہے۔ ان کی اہمیت کا احساس صرف انھی کو ہوگا جن سے یہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اور وہ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایک عورت کو ہم جانتے ہیں جسے ایک عجیب سی بیماری لاحق ہے کہ اس کے منہ میں لعاب نہیں بنتا، چونکہ لعاب بنتا نہیں اس لیے وہ کوئی بھی غذا منہ کے راستے سے نیچے نہیں اُتار سکتی۔

اور ایک عورت کو یہ بیماری لاحق ہے کہ وہ ہر بات فوراً بھول جاتی ہے، حتی کہ منہ میں لقمہ ڈالا جائے تو اسے بتانا پڑتا ہے کہ آپ کے منہ میں لقمہ ہے، اسے کھالیں۔

علاوہ ازیں بالفرض اگر انسان کی کہنی کا جوڑ نہ ہوتا تو وہ منہ میں لقمہ کیسے لے کر جاتا؟ ہاتھ کی انگلیوں میں جوڑ نہ ہوتے تو ہاتھ کوئی چیز کیسے پکڑتا؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان نعمتوں پر غور کرنے اور ان کی اہمیت کو سمجھنے سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

❁......دوسری نوع کی نعمت وہ ہے جس کا تعلق اگرچہ انسان سے بلاواسطہ ہی ہے لیکن اس کی نسبت اضافتی ہے، یعنی مال ودولت۔

مال بھی اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان کی ضروریات اس کے بغیر پوری نہیں ہوتیں۔

عمدہ غذا اور بہتر لباس کا تعلق بھی اسی نعمتِ مال سے ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے جہاں بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا تذکرہ کیا ہے وہاں من وسلویٰ کی نعمت کو بالخصوص یاد دلایا ہے۔

❁......نعمت کی تیسری نوع وہ ہے جس کا تعلق انسان کے خارج سے ہے، مثلاً: اس کا اچھے خاندان میں پیدا ہونا اور صاف ستھرے

ماحول میں پروان چڑھنا، وغیر ذلک۔

اس قسم کی نعمتوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے اور ان کی افادیت کا کوئی بھی صاحب نظر انکار نہیں کرسکتا۔

اللہ کی نعمتوں پر انسان کو اس انداز سے بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے چاند تارے، سورج، ہوا، آگ، پانی اور دیگر جان دار اِنسان کے لیے مسخر فرمائے ہیں۔

دن طلوع نہ ہوتو انسان کو کام کاج میں کتنی مشکل پیش آئے اور اگر رات نہ ہوتو سونے میں کتنی دقت ہو۔

عقل بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ جانور کی صلاحیتیں ترقی پذیر نہیں ہوتیں، چڑیا پہلے بھی گھونسلہ ہی بناتی تھی اور آج بھی وہ اسی گھونسلے میں رہتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ وہ قصر تعمیر کرلے گی، بلکہ وہ تو مٹی کا گھروندا تک نہیں بنا سکتی۔

جب کہ انسان کل تک تو مٹی کے گھروں میں رہتا تھا اور آج وہ ایسے عظیم الشان محلات تعمیر کر چکا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

عقل انسانی کی پرواز دیکھیے کہ اس نے اپنی سہولت کے لیے ایسے روبوٹ تیار کر لیے ہیں جن سے اپنی مرضی کے مطابق وہ کام لے سکتی ہے۔

مذکورہ بالا نعمتیں مومن و غیر مومن، سب کو حاصل ہیں اگرچہ ان میں بعض نعمتیں اضافی اور متفاضل ہیں۔ قرآن پاک میں ان تمام نعمتوں کو اللہ رب العزت نے بار بار یاد دلایا ہے، چنانچہ سورۂ نحل، سورۂ ابراہیم، سورۂ رعد، سورۂ انعام اور سورۂ رحمٰن وغیرہ میں بار بار ان نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اگر انسان انھی نعمتوں پر غور وفکر کرلے تو یقیناً وہ اللہ کے سامنے ماتھا ٹیکنے پر مجبور ہوجائے۔

یہ صورت احوال ہے عمومی نعمتوں کا۔ اور جو اللہ کی شرعی نعمتیں ہیں جن کا مقام ان سے کہیں بڑھ کر ہے، وہ ان کے علاوہ ہیں۔

⑫...... اللہ رب العزت نے جو فضائل انسان کو ذات میں یا ذات سے خارج میں عطا کیے ہیں ان پر غور کرنا چاہیے۔ فرمان ربانی ہے:

❁....﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ○ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ○﴾ [البقرة: ٤٠، ٤١]

"اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میرے وعدے کو پورا کرو میں تمھارے وعدے کو پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ اور جو میں نے تمھاری پاس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی نازل کی ہے اس پر ایمان لاؤ اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کو تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچو اور مجھ ہی سے ڈرو۔"

❁....﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ○﴾ [البقرة: ٤٧]

"اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میں نے بلاشبہ تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔"

❁....﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○﴾ [المائدة: ١١]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ تمھاری طرف ہاتھ بڑھائیں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور لازم ہے کہ مومن پس اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔"

❁....﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا○اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا○هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا○﴾

[الاحزاب: ۹-۱۱]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور اللہ جو کچھ تم کر رہے تھے اسے خوب دیکھنے والا تھا۔ جب وہ تم پر تمھارے اوپر اور تمھارے نیچے سے آ گئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں کئی طرح کے گمان کرتے تھے۔ اس موقع پر ایمان والے آزمائے گئے اور انھیں ہلایا گیا، سخت ہلایا جانا۔''

ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○﴾[الاعراف: ٦٩]

''اور یاد کرو جب اس نے تمھیں نوح کی قوم کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں قد و قامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا، سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

صالح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ○﴾[الاعراف: ٧٤]

''اور یاد کرو جب اس نے تمھیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں زمین میں جگہ دی، تم اس کے میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو مکانوں کی صورت میں تراشتے ہو، سو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔''

شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ﴾[الاعراف:٨٦]

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمھیں زیادہ کر دیا۔''

امت محمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

❁.....﴿وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○﴾[الانفال: ٢٦]

''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے زمین میں کمزور شمار ہوتے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم شکر کرو۔''

❁.....﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○﴾[آل عمران:١٠٣]

''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچالیا، اس طرح اللہ تمھارے

لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔‘‘

٭....﴿وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَ جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا وَّ اٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾

[المائدۃ: ۲۰]

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔‘‘

اس قسم کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

⑬......ان نعمتوں کو یاد کرنا چاہیے جو اللہ رب العزت نے اُمت محمدیہ کو عطا کی ہیں۔ ان رخصتوں کو ذہن میں رکھنا چاہیے جو ہمیں دی گئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انی اعطیت خمسالم یعطھن احد قبلی: نصرت بالرعب مسیرۃ شھر ، وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایمارجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل ، واحلت لی الغائم ولم تحل لاحد قبلی ، واعطیت الشفاعۃ ، وکان النبی یبعث إلی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ .))

(صحیح بخاری، رقم: ۳۳۵، صحیح مسلم، رقم: ۵۲۱)

’’میں پانچ چیزیں ایسی دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں: ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے زمین سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی ہے، میری اُمت میں سے کوئی بھی اگر نماز کا وقت پالے تو وہ نماز پڑھ لے، اور میرے لیے غنیمت حلال کی گئی ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے یہ حلال نہیں تھی ، مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے ، پہلے نبی کسی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے جب کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔‘‘

اسی طرح پہلی اُمتوں کو پیشاب کے چھینٹے لگ جانے والی جگہ کو کاٹنا پڑتا تھا، جب کہ ہمیں صرف دھونے کا حکم ہے۔

پہلی اُمتوں میں توبہ کے بعد بھی سزا باقی رہتی تھی (جیسے فرمایا: ﴿فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ﴾[البقرۃ: ۵۴]) جب کہ ہمارے لیے ایسا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ﴾

[الاعراف: ۱۵۷]

’’اوران کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اوران پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اوران سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جوان پر پڑے ہوئے تھے۔‘‘

چنانچہ جتنی تنگیاں اور سختیاں پہلے تھیں، وہ سب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد ختم فرما دیں اور یوں اس نے ہم پر اپنی نعمت کو تمام کیا:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا﴾[المائدۃ:۳]

’’آج کے روز میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔‘‘

ساری امت محمدیہ پر (مکمل طور) پر کفار مسلط نہیں ہو سکتے۔ اللہ کے عذاب سے یہ اُمت مکمل طور پر ہلاک نہیں کی جائے گی اور اسے تھوڑے وقت میں اور تھوڑے عمل کے بدلے اجر وثواب بہت زیادہ دیا جاتا ہے۔

کتب احادیث میں اُمت محمدیہ کے فضائل پر بہت زیادہ

احادیث موجود ہیں جنھیں پڑھ کر انسان اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر شکر کرتا ہے کہ اُس نے اس کو محمد ﷺ کی اُمت میں پیدا کیا۔ جو تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں اور سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہیں۔

⑭......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝﴾[فاطر: ٣٤]

''یقیناً ہمارا رب بہت بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔''

ابوالشیخ اصبہانی نے ''العظمۃ'' میں ابوعبدالرحمٰن المقرئی سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

"غفور لكثير من ذنوبنا و شكور للقليل من اعمالنا ." (العظمة:٢/ ٥٣١)

''(اللہ) ہمارے بہت زیادہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور جو تھوڑے سے عمل بجالاتے ہیں ان کی بہت زیادہ قدردانی کرنے والا ہے۔''

اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ عام انسان کوئی بھی نیکی کما حقہ ادا نہیں کرسکتا بلکہ اس میں کہیں نہ کہیں کوئی کمی باقی رہ جاتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیے گئے اس عمل میں اس نقص سے درگزر فرماتے ہوئے عمل کو قبول کرلیتا ہے۔ بہ صورت دیگر وہ شرف قبولیت کو نہیں پہنچ سکتا۔

⑮......انسان اس پر غور کرے کہ اللہ رب العزت نے اس کے گناہوں کو مٹانے اور معاف کرنے کے بے شمار اسباب مہیا کیے ہیں، مثلاً:

❁......اللہ تعالیٰ چھوٹی موٹی آزمائشوں سے انسان کو معاف فرما دیتا ہے۔

❁......فرشتوں کی آمین سے بندے کی آمین موافق ہوجائے تو گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

❁......ایمان اور احتساب کی حالت میں رمضان کے روزے رکھنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم:١٩٠١)

❁......لیلۃ القدر کا قیام گناہوں کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔ (ایضاً)

❁......آنے والی تکلیفیں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم:٥٦٤٠)

❁......گناہوں پر مقرر حدیں گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم:١٨)

❁......سو(١٠٠) موحد آدمی اگر نماز جنازہ پڑھ لیں تو ان کی سفارش قبول ہوجاتی ہے۔ (سنن نسائی، رقم:١٩٩٣)

بعض روایات میں چالیس آدمیوں کا بھی ذکر ہے۔ (سنن ابی داود، رقم:٣١٧٠۔ اسے علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔)

❁......اسی طرح حج مبرور بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ وغیر ذلک۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس قدر غفور رحیم ہے کہ اس نے اپنی محبت اور اپنی مغفرت کے اسباب کو اس قدر آسان بنادیا ہے کہ کوئی بھی اب یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اس کی محبت کے حصول کے اسباب بہت مشکل ہیں یا انسانی دسترس سے ہی باہر ہیں۔

⑯......اس پر غور کرنا چاہیے کہ ہدایت کے اسباب اللہ تعالیٰ نے کتنے زیادہ بنائے ہیں اور انھیں سب کی دسترس میں رکھا ہے۔ پھر نبوت کو اللہ رب العزت نے کتنا واضح کیا ہے کہ نبوت کی حقانیت کو پہچاننا کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ اگر یہ مشکل اسباب پر مرتب ہوتی تو انسان کو اتنی ہی زیادہ مشکل پیش آتی۔ اور اس صورت میں انسان کو کتنا خسارہ اُٹھانا پڑتا۔

جو چیز انسان کے لیے جتنی زیادہ اہم ہوتی قدرت نے اتنا ہی اس کے حصول کو آسان رکھا ہے، مثلاً: پانی، چونکہ اس کی ضرورت زیادہ تھی اور سب کو تھی اس لیے پانی زیادہ بھی ہے اور سب کو میسر بھی۔ اسی طرح ہوا ہے، سانس لینے کے لیے لازمی ہے، سب کو ضرورت تھی تو سب

کے لیے بلاتفریق موجود بھی ہے اور میسر بھی۔

اسی طرح ہدایت ہے جو ہر شے سے زیادہ ضروری اور اہم ہے تو اس کا حصول بھی سب سے آسان اور ممکن ہے۔ ہدایت لے کر آنے والے نبی کی سچائی اور حقانیت اتنی واضح ہے کہ نبوت پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں وہ سوفسطائی قضیوں سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

⑰......اللہ رب العزت کی صفاتِ جمال وکمال پر غور وفکر کرنا۔

دنیا میں جتنا حسن و جمال ہے سب کا خالق اللہ ہے، جتنا کمال ہے سب اللہ کا بنایا ہوا ہے اور مطلق جمال و مطلق کمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ کمال اور جمال سے انسان محبت کرتا ہے کہ کمال اور جمال محبت کیے جانے کے لائق اوصاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال و جمال پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ذات ہر نقص سے پاک ہے اور ہر طرح کا کمال اسے حاصل ہے، مثلاً: اس کی ایک صفت ہے: قدرت۔ قدرت صفت کمال ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام معاملات کائنات اس کی قدرت کا بین ثبوت ہیں۔ اسی طرح دو مختلف پانی آپس میں مل نہیں سکتے:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ○﴾[۲۰،۱۹]

''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا جو اس حال میں مل رہے ہیں۔ کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔''

اسی طرح اللہ رب العزت کی صفات کمال میں سے ایک صفت ''حکیم'' ہے۔

کائنات میں ہونے والا ہر عمل اللہ رب العزت کی حکمت کے تحت ہو رہا ہے۔ علماء نے اس پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چنانچہ محمد بن محمد الغزالی نے "الحكمة فى مخلوقات الله" لکھی، محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ نے "مفتاح دار السعادة" کے اندر مخلوقات کی پیدائش اور ان کی صفات میں اللہ کی حکمتوں کو خوب بیان فرمایا ہے، ابو عثمان الجاحظ (م ۲۵۵) کا بھی اس عنوان پر رسالہ موجود ہے جس کے چیدہ چیدہ اقتباسات علامہ ابن الوزیر وغیرہ نے ذکر کیے ہیں۔ جاحظ کی کتاب ''الحیوان'' بھی لائق مطالعہ ہے۔ اسی طرح جغرافیہ کی کتابیں، مثلاً: ابن خرداذبہ کی ''الممالک والمسالک'' اور ابن الفقیہ کی ''مختصر البلدان''، ان میں بھی مخلوقات کے عجائب کا تذکرہ مل جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کے ان پُرحکمت مظاہر میں غور وفکر کرتا ہے وہ خود بہ خود اللہ رب العزت کے کمال کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جو اس کے کمال کو تسلیم کر لیتا ہے اس کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

انسان زیادہ دور نہ جائے، صرف اپنی پیدائش ہی پر غور کر لے کہ اس نے کس طرح اس کی تخلیق مختلف مراحل میں کی ہے۔ اور اللہ کی کیا شان ہے کہ انسان کا ہر عضو اپنی متعین جگہ پر ہی لگا ہوتا ہے۔ مراحل تخلیق ایک جیسے مگر شکل وصورت ہر ایک کی مختلف۔ اور وہ دوران تخلیق بھی اس کی غذا کا بندوبست کیے رکھتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ترتیب وار بچے کی پیدائش کے بارے میں قرآنِ پاک کے ارشادات پڑھے، پھر طبی طور ان ارشادات کو جانچے تو اس کے لیے ایمان لائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

انسان کی پیدائش انتہائی حیرت انگیز تخلیق ہے جو اللہ تعالیٰ کے کمال، اس کی قدرت اور اس کی حکمت کی گواہی دیتی ہے:

﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾[النمل:۸۸]

''اللہ کی کاری گری، جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا دیا ہے۔''

⑱......علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

((المحبة نوعين: محبة تنشأ عن الانعام والاحسان، ومحبة تنشأ عن جمال المحبوب وكماله.)) (مفتاح دار السعادة، ص: ۳۸۳)

''محبت دو قسموں کی ہے: ایک محبت احسان اور انعام سے

پیدا ہوتی ہے اور دوسری محبوب کے جمال اور اس کے کمال سے پیدا ہوتی ہے۔''

پیچھے جتنے اُمور بیان ہوئے ہیں، دراصل ان کا مرجع یہی دو ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا کمال و جمال اور اس کا احسان و انعام۔ ان دونوں کے بارے میں خبر دینے والا اور آگاہ کرنے والا قرآن مجید ہے جو اللہ کا کلام ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

⑲......جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ کمال و جمال اور انعام و احسان ہی انسان کو محبت پر ابھارتے ہیں اور سب اسباب کا مرجع یہی دو سبب ہیں، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا سب سے مؤثر محرک اس کے کلام کی تلاوت ہے کیوں کہ قرآن پاک میں ان دونوں کا تفصیلی بیان ہے۔

خود اللہ تعالیٰ نے بندے پر اپنے احسان کو جس طرح بیان کیا اور اپنی صفات کی جس طرح خبر دی ہے ویسی خبر کوئی بھی نہیں دے سکتا کیوں کہ اس کو کوئی بھی کما حقہ نہیں جان سکتا۔ اور کسی بھی چیز کا جتنا مفصل علم ہوا اتنی ہی اس سے محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ رب العزت کی جتنی زیادہ معرفت رکھتا ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ اس سے محبت کرنے والا ہوگا۔ اور یہ معرفت جیسی قرآن حکیم کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے، کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔

پس جو اللہ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اسی کی معرفت حاصل کرے، قرآن پاک میں جو اس نے اپنی صفات بتلائی ہیں ان پر غور کرے، کائنات میں ان صفات کے اثرات پر غور کرے، اور صفات کی تعطیل سے اجتناب کرے۔ یقیناً اس کے دل میں اللہ کی محبت رسوخ پکڑتی جائے گی۔ صفات کی معرفت ہی وہ چیز ہے جس کی طرف محبت کے تمام اسباب لوٹتے ہیں، واللہ اعلم۔ (جاری ہے)

تعلیم وتربیت

قسط نمبر ①

حقوق الزوجین

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ہم دنیا کے معاشروں کا جائزہ لیں تو دیگر اخلاقی گراوٹوں کے ساتھ ساتھ عورت کی کمزور اور بدتر حیثیت ایک واضح تصویر کی صورت میں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ سابقہ ادوار میں بھی اور موجودہ دور میں بھی عورت لوگوں کے لیے تفریح کا باعث تو نظر آتی ہے لیکن عزت کا باعث نہیں۔ عورت کی تحقیر اور توہین اکثر قوموں میں معمول کی بات تھی اور شاید اب بھی ہے۔ اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو احترام، وقار اور مرتبہ دیا۔ اُسے پاکیزگی اور تقدس کے زیور سے آراستہ کیا اور اس کے احترام کو نسلِ نو کے لیے ناگزیر اہمیت کا حامل بنادیا۔

مرد طاقت کی علامت ہوتا ہے۔ طاقت اور قوت کا یہ اختیار بعض اوقات اُس کے ذہن کو غلط سمت میں موڑ دیتا ہے۔ اُس کے رویے سے، اُس کی ہر ہر بات سے اور اُس کی سوچ سے برتری کا احساس جھلکنے لگتا ہے۔ اس احساس کا سب سے پہلا شکار بیوی ہوتی ہے۔ اُس سے بات منوانا، اپنے ہر حکم کی تعمیل چاہنا، اُس کی خامیوں کو ہر وقت تنقید کا نشانہ بنائے رکھنا، مرد اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہ طرزِ عمل جہاں عورت کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے وہاں مرد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

عورت کی تقدیس اور احترام کے حوالے سے نبی مہرباں ﷺ نے ہماری مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ بیوی کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟ کس موقع پر اُس سے کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ اُس کے ساتھ کس طرح کی طرزِ معاشرت ہو؟ نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر اُن حقوق کی ادائیگی ہمیں سکھائی ہے۔

ازدواجی رشتے کو اِستحکام دینے اور خانگی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے خاوند کا اُن حقوق کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔

بیوی کے حقوق کے ساتھ ساتھ، خاوند کے حقوق بھی ہیں۔ بیوی اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اُن کی زندگی میں ہمیشہ بہار کا سماں رہے گا، غم کی خزاں اُن کے سائے سے بھی دور رہے گی اور ان کا گھرانا سدا خوشیوں سے مہکتا رہے گا۔

لیکن یہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی سے مشروط ہے۔ آیئے! اپنے اپنے حقوق جان کر انھیں ادا کرنے کی کوشش کریں۔

اسلام اور عورت:

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت ساری دنیا اور خاص طور پر عرب میں عورتوں کی حالت انتہائی بدتر تھی۔ عرب کے لوگ اپنی نومولود بچیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ ایرانی اور بازنطینی حکومتوں میں بھی عورت حقیر ترین مخلوق تصور کی جاتی تھی۔ ہندوستان میں خاوند کے مرنے کے بعد بیوی کو بھی خاوند کے ساتھ زندہ جل مرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اس کو سَتی کی رسم کہا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے کی قوموں نے اس حقیقت کو نظر انداز کردیا تھا کہ مرد اور عورت دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کا ازدواجی تعلق انسانی معاشرے کی بنیاد ہے۔

ایسے حالات میں نبیِ اکرم ﷺ سراپا رحمت بن کر آئے۔ آپ ﷺ نے دوررس اصلاحات کیں اور دنیا کو درس دیا کہ کس طرح ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود ازدواجی زندگی خوش گوار بنائی جاسکتی ہے۔

نبیِ کریم ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی عنصر عورتوں کا احترام تھا۔ آپ نے عین جوانی کے عالم میں ڈھلتی عمر کی بیوہ سے شادی کی جنھیں اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ عورت کے رشتے کو کس قدر مقدس بنا دیا گیا ہے۔

خواتین میں نبیِ اکرم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو مقام حاصل کیا، اس کی بنیاد پر انھیں جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا گیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب نبیِ کریم ﷺ سے ملنے کے لیے آتیں تو آپ اُٹھ کر ان سے ملتے۔

مردوں کو عورتوں پر فوقیت اس بنا پر ہے کہ مرد کارزارِ حیات میں ہمہ تن سرگرم رہتا ہے اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے اس پر بے شمار ذمے داریاں ہیں، ورنہ دونوں کے حقوق مساوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾

[النساء: ٣٤]

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت میں مرد کی حاکمیت وقوامیت کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں: ایک وہبی ہے جو مردانہ قوت اور دماغی صلاحیت ہے، اس میں مرد عورت سے خلقی (پیدائشی) طور پر ممتاز ہے۔

دوسری وجہ کسبی ہے، جس کا مکلّف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس کی فطری کمزوری اور مخصوص تعلیمات کی وجہ سے جو اسلام نے عورت کو عفت وحیا اور اس کے تقدس کے تحفظ کے لیے ضروری بتلائی ہیں، عورت کو معاشی جھمیلوں سے دور رکھا ہے۔ عورت کی حاکمیت کے خلاف قرآن کریم کی مذکورہ بالا نص قطعی اور بالکل واضح ہے جس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

((لن يفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة.))

(صحیح بخاری، رقم:٤٤٢٥)

''وہ قوم ہرگز فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنے اُمور عورت کے سپرد کردیے۔''

سورۃ النساء ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾[النساء:٣٢]

''جو کچھ مردوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا، اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔''

اس آیت کی شانِ نزول میں بتایا گیا ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت پاتے ہیں، ہم عورتیں ان فضیلت والے کاموں سے محروم ہیں، ہماری میراث بھی مردوں سے نصف ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد:٦/٣٢٢)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت وطاقت اپنی حکمت ومشیت کے مطابق عطا کی ہے اور جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ لیتے ہیں یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں خوب حصہ لینا چاہیے۔ اس میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح ان کا پورا پورا صلہ انھیں ملے گا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے کیوں

کہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد وصلاحیت اور قوتِ کار کا جوفرق ہے وہ تو قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، جو محض آرزو سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس کے فضل سے کسب اور محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

عورت بہ طور بیوی:

اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت میں بہت سے حقوق سے نوازا ہے، مثلاً: حسنِ معاشرت، تفریح اور دل بستگی کے مواقع فراہم کرنا، معاشی تحفظ، ازدواجی معاملات میں عدل اور توازن۔

نکاح میاں اور بیوی کے درمیان عہد ہوتا ہے کہ وہ احکام الٰہی کے تحت خوش گوار ازدواجی تعلقات قائم رکھیں گے، اسی کو حسنِ معاشرت کہا جاتا ہے۔ سورۃ النساء میں اس معاہدے کی یاد دہانی ان الفاظ میں کرائی گئی:

﴿وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[النساء: ١٩]

''اوران کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''

سورۃ البقرۃ میں خاوند اور بیوی کے تعلق کو انتہائی بلیغ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾[البقرۃ:١٨٧]

''وہ (عورتیں) تمھارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے لیے ستر پوش بھی ہیں اور زینت کا سبب بھی۔

اس سلسلے میں نبیِ کریم ﷺ کے ارشادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((اکمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا، وخياركم خياركم لنسائهم.))

(جامع ترمذی، رقم: ١١٦٢)

''تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بااخلاق ہے۔ اور تم میں بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل سے سب سے اچھا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کو ازواجِ مطہرات کا اتنا خیال تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں اونٹ چلانے والے اونٹ کو تیز ہانکنے لگے۔ اونٹ پر ازواجِ مطہرات سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنے غلام اَنْجَشَہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

((ويحك يا انجشة! رويدك سوقا بالقوارير.))

(صحیح بخاری، رقم: ٦١٤٩، صحیح مسلم، رقم:٢٣٢٣)

''افسوس! اَنْجَشَہ! شیشوں (نازک اندام عورتوں) کو آہستگی سے لے کر چل۔''

ازدواجی تعلق کی سب سے مضبوط بنیاد محبت کا جذبہ ہے۔ یہ جذبہ موجود ہو تو زندگی کے میدان میں اکٹھے سفر جاری رکھ سکتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اعلیٰ مقصد، یعنی اولاد کی تربیت پر اچھے اثرات بھی مرتب کر سکتے ہیں۔ محبت کا جذبہ نہ ہو تو یہ تعلق ایسے ہوگا جیسے دو اجنبی کسی سفر کے دوران مل بیٹھے ہوں۔

بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کا شوہر اسے شریکِ محبت رکھے۔ ہاں، یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ جب میاں بیوی مل جل کر رہیں تو آپس میں اختلافات، رنجشیں اور بدگمانیاں پیدا ہو جائیں۔ اگر خدانخواستہ اختلافات پیدا ہو جائیں اور وہ بڑھ جائیں تو شوہر کو چاہیے کہ اس مسئلے کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے بلکہ صلح کرنے میں پہل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁....﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾[النساء: ١٢٨]

''صلح بہتر ہے۔''

❁....﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾[النساء:١٩]

''اوران کے ساتھ معقول طریقے سے زندگی بسر کرو، پھر اگر

وہ تمھیں کسی وجہ سے ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں ناپسند ہومگر اللہ نے تمھارے لیے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا يفرك مؤمن مؤمنة ، إن كره منها خلقا رضي منها آخر .))(صحيح مسلم ، رقم:١٤٦٧)

''کوئی مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اسے اس کی ایک عادت پسند نہیں تو دوسری اور تیسری عادتیں پسندیدہ ہوں گی۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر عورت خوب صورت نہیں ہے یا جھگڑالو ہے یا اس میں کوئی اور خامی ہے تو اس وجہ سے اس سے قطع تعلقی کا فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ نباہ کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی خوبی وقت کے ساتھ ظاہر ہو۔ یعنی عین ممکن ہے کہ اس سے ایسی اولاد پیدا ہو جو شوہر کی عزت میں اضافے کا سبب بن جائے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ شوہر بلاوجہ بیوی کو طلاق نہ دے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إن اعظم الذنوب عند الله رجل تزوج امرأة فلما قضى حاجته منها طلقها وذهب بمهرها .))(المستدرك للحاكم: ٢/ ١٨٢)

''اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے نکاح کرے، پھر جب اپنی ضرورت پوری کر لے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔''

یعنی بلا عذر طلاق کے ساتھ ساتھ مہر بھی غصب کر لیا، اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ ہاں، اگر کوئی شرعی عذر ہو تو طلاق دینے کی اجازت ہے۔ لیکن مہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔

اسلام میں ہر شخص کو دوسرے سے مساوات اور لطف و کرم کے معاملے کی تلقین کی گئی ہے۔ بیوی کے معاملے میں تو اور بھی محتاط ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کے احکام جو حسنِ سلوک اور مساوات کے بارے میں تھے، اُن کی بنا پر بعض گھریلو معاملات میں بیویوں نے شوہروں کے مشوروں میں اختلاف کرنا شروع کر دیا، صحیح بخاری میں ہے:

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دبدبے کے باوجود ان کی زوجہ نے ان سے کسی معاملے میں اختلاف کیا تو اُنھوں نے برہم ہو کر کہا: تجھے میرے معاملے میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ بیوی نے یہ سن کر کہا: میرے اختلاف سے آپ کو تعجب ہوا، حالانکہ آپ کی صاحب زادی حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ سے اختلاف کرتی ہے اور بعض اوقات نبی کریم ﷺ اس اختلاف کی وجہ سے دن بھر ناراض رہتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم:۴۹۱۳)

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیوی کا عام گھریلو معاملے میں شوہر سے اختلاف کرنا معیوب نہیں، نبی کریم ﷺ کے اندازِ معاشرت سے بھی یہی ثابت ہے۔

ازدواجی رشتوں کو استوار کرنے اور خانگی زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے لیے مناسب اور موزوں سامانِ تفریح مہیا کرے۔ سنن ابی داود میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگائی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم اس وقت دبلا پتلا تھا، اس لیے دوڑ میں آگے نکل گئیں۔ کچھ مدت بعد پھر دوڑ لگی تو پیچھے رہ گئیں، اس لیے کہ اس وقت جسم کچھ فربہ ہو گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ اس دوڑ کا بدلہ ہے۔'' (سنن ابی داود، رقم:۲۵۷۸)

اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے عید کے موقع پر گھر کی دیوار کی اوٹ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کی جنگی ورزش کا منظر دکھایا۔

مطلب یہ کہ اہل و عیال کو خوش رکھنا بھی نبی کریم ﷺ کے نزدیک دینی خدمت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار جامع ترمذی کی اس حدیث سے ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا، وخياركم خياركم لنساء هم.))

(جامع ترمذی، رقم: ۱۱۶۲)

''ایمان داروں میں ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں اور تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی دل جوئی کے لیے گھر کے کام کاج میں تعاون فرماتے تھے، کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اپنے کپڑے خود دھو لیتے تھے، پیوند خود لگا لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ اپنی اونٹنی خود باندھتے تھے۔ خادم کے ساتھ ایک برتن میں کھانے میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ اپنے گھر کی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، یعنی خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے لیکن دوسروں کا خیال رکھتے تھے۔

گھر کا نظام چلانے کے لیے سرمایہ فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ عورت کا فرض یہ ہے کہ خوش اسلوبی سے گھر کا بندوبست کرے کیوں کہ گھریلو معاملات کی وہ ذمہ دار اور نگران ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته؛ الإمام راع و مسئول عن رعيته، والرجل راع في أهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها.))(صحیح بخاری، رقم: ۸۹۳)

''تم میں سے ہر ایک نگہ بان ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگہ بان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

مرد کے ذمے ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ تگ و دو کر کے اہل و عیال کے لیے حلال روزی مہیا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو دیگر حقوق کی یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا تھا:

((وإن لزوجك عليك حقا.))

(صحیح بخاری، رقم: ۱۹۷٤)

''اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔''

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی شخص کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أن تطعمها إذا طعمت، وتكسوها إذا اكتسيت، ولا تضرب الوجه، ولا تقبح، ولا تهجر إلا في البيت.))

(سنن أبی داود، رقم: ۲۱٤۲)

''جب تُو کھائے اسے بھی کھلائے، جب تُو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، اسے بُرا بھلا نہ کہے اور اس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو گھر کے اندر ہی کرے۔''

اولاد کی پرورش رزقِ حلال سے کرنا عبادت کا اونچا مقام ہے۔ اس بات کی وضاحت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((دينار أنفقته في سبيل الله، ودينار أنفقته في رقبة، ودينار تصدقت به على مسكين، ودينار أنفقته على أهلك، أعظمها أجرا الذي أنفقته على أهلك.))

(صحیح مسلم، رقم: ۹۹۵)

''ایک دینار وہ ہے جو تُو نے جہاد پر خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جس سے تُو نے کسی غلام کو آزادی دلائی، ایک دینار وہ

ہے جو تُو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک دینار وہ ہے جو تُو نے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ اجر کے اعتبار سے سب سے بڑا دینار وہ ہے جسے تُو نے اپنے اہل پر خرچ کیا۔‘‘

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ہر کام متوازن ہونا چاہیے۔ اعتدال کا راستہ سب سے بہتر راستہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا﴾ [الاعراف: ۳۱]

’’کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔‘‘

سورۂ بنی اسرائیل میں یہی حکم اس طرح ہے:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۹]

’’اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان نہ تو بخیل بن کر دولت کی گردش کو روکے اور نہ فضول خرچ بن کر اپنی معاشی طاقت ضائع کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور احکام کی عملی تصویر تھی، چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ انسانوں کے معاملے میں تو زرخیز زمین کی طرح فیاض تھے، مگر گھر کے ساز و سامان اور لباس کے معاملے میں کم پیداوار دینے والی زمین کی طرح تھے۔‘‘

مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتدال کے پہلو کو یوں قائم رکھا کہ اہل و عیال اور لوگوں پر تو کھلے دل سے خرچ کرتے تھے مگر گھر کی آرائش اور لباس کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔

عدل و مساوات کا برتاؤ کرنا:

عدل انسان کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس کو ازدواجی تعلقات میں بھی جاری و ساری رکھنا چاہیے۔ عورت کا حق یہ ہے کہ مرد اس کے ساتھ مکمل مساوات رکھے۔ کھانے، پینے، لباس اور ہر معاملے میں مساوات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ یہاں لباس کے معاملے میں وضاحت کر دی جائے۔ عدل اور مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ مرد کھدر پہنے تو عورت بھی یہی کپڑا پہنے، بلکہ عدل یہ ہے کہ مرد وہ کپڑا پہنے جو عام مرد پہنتے ہیں اور عورت وہ لباس اختیار کرے جو عام عورتیں پہنتی ہیں۔ جہاں تک ہو سکے مرد کو سفید لباس پہننا چاہیے، جب کہ عورت کے لیے ریشمی اور رنگ دار کپڑے پہننا جائز ہیں۔ پابندی تو بس یہ ہے کہ لباس اتنا باریک نہ ہو جس میں سے جسم نظر آئے۔ اسی طرح زیور پہننا بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتي وأحل لإناثهم.))

(جامع الترمذی، رقم: ۱۷۲۰)

’’ریشم کا لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے۔‘‘

عورت کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال جائز ہے، لازم نہیں۔ خاوند کی مالی حالت کے مطابق ہی عورت کا لباس اور زیور ہونا چاہیے۔ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کے ساتھ تمام معاشرتی معاملات میں عدل اور مساوات کا اُصول جاری رکھے۔ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہننے کے اچھے بھلے کپڑے اور زیورات موجود ہوتے ہیں، اس کے باوجود بھی کپڑے بنوائے چلی جاتی ہیں، زیورات بنواتی رہتی ہیں۔ صندوقوں میں کپڑوں کا ڈھیر جمع ہوتا رہتا ہے اور بکسوں میں زیورات کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔ شوہر کے کپڑے اور زیورات بنوانے پر فرمائشیں کی جاتی ہیں، عزیز رشتے داروں کے ہاں شادی آ جائے تو نئے سرے سے جوڑے تیار کرائے جاتے ہیں، زیور تک نئے بنوائے جاتے ہیں، لہٰذا اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود ہیں، اس وقت تک شوہر کے ذمے نیا جوڑا بنوانا

(باقی صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ٦

تصوف نقل وعقل کی روشنی میں

ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البریکان   ترجمہ: صہیب حسن فضل حق مبارک پوری

وجد کی اقسام:

وجد کی تین قسمیں ہیں:

۱: پہلا وہ وجد ہے جس کے سبب گناہ میں اس حد تک تیزی آجاتی ہے کہ صاحب وجد کو قدرت کی کھلی ہوئی نشانیاں جو اپنے خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، نظر آنے لگتی ہیں۔ اور قوت سماعت میں اضافے کے ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ کی وہ کائناتی آیتیں ثبت ہو جاتی ہیں جن کی بدولت فکر و ادراک کی آفاقیت، خالق کی عظمت، الوہیت و ربوبیت اور اسماء وصفات کی حقیقت عیاں اور ظاہر ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم کی درج ذیل دو آیتیں اسی مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں:

❁.....﴿اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ۚ فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَ لٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ﴾

[الحج: ٤٦]

’’کیا انھوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔‘‘

❁.....﴿اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾[الروم: ٨]

’’کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لیے (ہی) پیدا کیا ہے۔‘‘

ابن قیم رحمہ اللہ وجد مذکور کو سمع و بصر اور فکر کے وجد سے موسوم کرتے ہیں۔

۲: دوسرا وجد: ’’روح کا وجد‘‘ ہے اس سے روح کو روشنی حاصل ہوتی ہے اور آگے چل کر اس کے اندر کمال و حلاوت اور سرور پیدا ہونے لگتا ہے چنانچہ آپ اس وجد والے کو انھیں چیزوں کو محبوب و مکروہ رکھتا ہوا پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں حتی کہ یہ صاحب وجد اللہ تعالیٰ ہی کو سنتا اور دیکھنے لگتا ہے۔

۳: تیسرا وجد عبودیت (بندگی) کا وجد ہے۔ اس میں بندہ اپنے معبود کا مشاہدہ کرتا اور اپنے اس مشاہدے کی بدولت دنیا و آخرت کے وجود سے بے نیاز ہو جاتا ہے، خواہشات نفس دل ہی دل میں مر کر رہ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی اس کا اولین مقصد ہو جاتا ہے، حتی کہ اس کی ساری عمر اسی میں فنا ہو جاتی ہے۔ یہ وجد تین قسم کے افراد پر مشتمل ہے:

①......عبد محض: یہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس و شہوات کا غلام، تابع اور اس سے مقہور و مغلوب ہوتا ہے۔

②......عبد مکاتب: وہ شخص ہے جس کے لیے اسباب حریت قائم ہوئے رہتے ہیں اور وہ اپنی کامل آزادی کے لیے کوشاں رہتا ہے، اس طرح وہ ایک جہت سے بندہ (غلام) اور دوسری جہت سے آزاد ہوتا

ہے کیوں کہ ایک درہم کے بھی باقی رہ جانے سے وہ حالت مکاتبت ہی میں رہے گا، چنانچہ جب تک وہ خواہشات نفس کا اسیر رہے گا، غلام ہی رہے گا۔

③......عبدحر (بندۂ آزاد): جوخواہشات نفس کی قیود سے نکل کر خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگا رہتا ہے۔

وجد کے متعلق شریعت کا موقف:

ذوق کی طرح وجد کی بھی دو قسمیں ہیں:

①......وجد ایمانی: وہ وجد ہے جو شریعت کے تابع ہو، یہ وجد صحیح اور عمدہ ہے۔

②......وجد شیطانی: وہ وجد ہے جس میں شریعت سے کوئی راہنمائی حاصل نہ کی گئی ہو۔ یہ وجد غلط اور باطل ہے۔

وجد و ذوق دونوں اپنے فرضی وجود میں برابر ہیں، چونکہ ذوق ہی کی طرح دل میں آنے والی باتوں کے بھی حق و باطل ہونے پتا نہیں چلتا اس لیے ذوق ہی کی طرح وجد پر بھی صحت وفساد کا حکم لگانے میں شریعت ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اس طرح وجد کبھی کبھی بعض لوگوں کو اس مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اپنے شعور سے بھی غائب ہوجاتے ہیں، ایسی حالت میں وہ اپنے مخاطب کو بھی نہیں جان پاتے بلکہ اسے فرشتہ یا رب گمان کرنے لگتے ہیں، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، پس جو شخص عقل و تمیز کھو دینے کی وجہ سے اشیاء پر صحیح حکم نہ لگا سکتا ہو تو اس کی باتوں پر کیوں کر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تین اشخاص مرفوع القلم ہیں (ان میں سے) ایک سونے والا ہے تا آنکہ بے دار ہوجائے۔''

اور صاحب وجد اپنے وجد کی وجہ سے لاشعوری کی حالت میں سونے والے کے مانند ہے۔ بایں طور کہ وہ (سونے والا) نیند کی حالت میں جو دیکھتا، بولتا اور کہتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی پر علم و معرفت کی کمزوری کا بھی قیاس کر لیجیے کیوں کہ جب وہ (ضعیف العلم) نہیں جانتا ہے تو اسے اپنے نہ جاننے کی بھی جانکار نہیں ہوتی۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس (شعور سے غائب صاحب وجد) کی بے خبری اور غفلت کی حالت میں شیطان اپنی مرضی کے مطابق طرح طرح کے احساس دلاتا ہے اور بلاشبہ اس کا مخاطب کوئی شیطان یا فاسق جن ہی ہوتا ہے، ایسی حالت میں اسی سے بہ کثرت خطاونسیان کا وقوع ہوتا ہے۔ (مدارج السالکین:۲/۷۲)

وجد ایمانی کے اندر درج ذیل دو اُمور میں سے ایک ضرور پایا جاتا ہے:

①......واعظ القلب: یہ ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''راہ حق پر گامزن کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا واعظ ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔''

(سنن ترمذی، الامثال، رقم:۲۸۵۹، مسند احمد:۴/۱۸۳)

پس یہ (وجد ایمانی) قربت فرشتہ سے عبارت ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے راہنمائی ملتی ہے۔

②......عقل و فکر کی حاضری کی حالت میں دل کے وجدان کے بیان صحت سے متعلق کتاب وسنت کا خطاب ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی خطاب دو جہت سے خالی نہیں ہوتا: یا تو وہ قرآن کا خطاب ہوتا ہے یا اسی واعظ (قلب) کا خطاب ہوتا ہے۔'' (مدارج السالکین:۳/۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ دل میں پائے جانے والے ہر قسم کے احوال اپنی عدم ثقاہت کی وجہ سے اعتماد کے قابل نہیں ہوتے اور ان کا وجود ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

۴۔الہام:

صوفیوں کے نزدیک اس کو تحدیث کا مرتبہ حاصل ہے۔ (مدارج السالکین:۱/۴۴، ۵۰، الصدفیۃ:۱/۲۵۳-۲۶۰)

لفظ الہام قرآن وحدیث میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o﴾
[الشمس: ۷، ۸]
''قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔ پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی۔''
حصین بن منذر الخزاعی جب اسلام لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:
((قل: اللهم ألهمني رشدي وقني شر نفسي .))
''کہو کہ اے اللہ! میرے اندر رشد و ہدایت کا الہام فرما اور نفس کی برائیوں سے مجھے محفوظ فرما۔''
ابن قیم رحمہ اللہ تحدیث کو الہام سے موسوم کرنا پسند نہیں کرتے (ان کا کہنا ہے کہ) دو جہتوں سے تحدیث الہام سے زیادہ خاص ہے:
۱: الہام عام مومنوں کو ہوتا ہے کسی شخص کے ساتھ مختص نہیں۔ مذکورہ آیت سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔
۲: تحدیث عام مومنوں کے لیے نہیں ہوتی کیوں نبی ﷺ نے ساری اُمت کو چھوڑ کر صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے مختص فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے:
((إن يكن في هذه الأمة أحد فعمر .))
''اس اُمت میں کوئی محدث ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔''
ابن قیم رحمہ اللہ نے الہام کی تعریف کی ہے کہ یہ غیر انبیاء کی وحی ہے جو مکلفین کو ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
﴿وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾ [القصص: ۷]
''ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ انھیں دودھ پلاتی رہیں۔''
غیر مکلفین کو بھی ہوتی ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:
﴿وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ o﴾ [النحل: ٦٨]
''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔''
صاحب المنازل کے نزدیک الہام کے تین درجے ہیں:
پہلا درجہ: وہ خبر (نبأ) جو سماع کے ذریعہ وحی قاطع کی صورت میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ نبأ، خبر سے اخص ہے۔ نبأ وہ خبر ہے جس کی ایک (علیحدہ) شان ہوتی ہے، جس کا مفہوم غیر معمولی یا عظیم الشان غیبی خبر کا ہوتا ہے۔
ابن قیم رحمہ اللہ الہام کی اس نوع کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''یہ وہ اِعلام (خبر دینا) ہے جس کا سلسلہ اس شخص سے کاٹ دیا گیا ہو جس کی طرف وہ اپنے موجب کے ذریعہ سمع کے واسطے سے پہنچی ہو یا وہ (نبأ) بلا واسطہ اِعلام (خبر دنیا) ہے۔''
ابن قیم رحمہ اللہ نے ''سمع'' ہی کو الہام کا ذریعہ بنانے پر نقد کیا ہے۔ کیوں کہ الہام بحالت سمع خطاب ہوتا ہے نہ کہ الہام۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کے لیے اس (سماعی الہام) کا حاصل ہونا محال ہے۔ اس نوع کا الہام موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت حاصل ہوا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر ان سے خطاب کیا تھا۔ گویا یہ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔
رہی بات اس سماع کی جس کا وقوع ریاضی دانوں کے لیے ہوتا ہے تو اس میں سب سے اعلیٰ ترین، فرشتے کا اس سے جزئی خطاب کرنا ہے، غیر انبیاء کے لیے اس (خطاب) کا وقوع ممکن ہے کیوں کہ فرشتے عمر بن حصین سے سلام کے ذریعہ مخاطب ہوئے تھے چنانچہ اُنھوں نے داغنے کا عمل کیا تو فرشتوں نے خطاب کرنا چھوڑ دیا اور جب اُنھوں نے اس عمل کو چھوڑ دیا تو فرشتے پھر سلام کرنے لگے۔

اس (قسم کے) خطاب کی دوقسمیں ہیں:

(۱) ایک خطاب وہ ہے جسے وہ اپنے کانوں سے سنے، عام مومنوں کی نسبت ایسے خطاب کا وقوع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا خطاب وہ ہے جس کے ذریعہ فرشتہ روح کو خطاب کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث اسی مفہوم کی وضاحت کرتی ہے۔ فرشتے اور شیطان دونوں کی ابن آدم کے دل سے قربت ہوتی ہے، فرشتے کی قربت خیر اور سچے وعدے اور شیطان کی قربت شر اور جھوٹے وعدے سے عبارت ہوتی ہے، پھر آپ ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ۝﴾[البقرة:۲۶۸]

''شیطان تمھیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔''

یہی وہ واعظ قلب ہے جو مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

بے دلیل اور بلا واسطہ الہام کے وقوع پر بالجزم نفی و اثبات کا حکم ریاضی دانوں کی سمعی دلیل ہی سے لگایا جا سکتا ہے، ان حضرات کی سماعت میں آنے والا خطاب جنوں کو خطاب کے مانند ہوتا ہے، مخاطب کبھی مومن اور کبھی شیطان بھی ہوتا ہے۔ اس خطاب کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱: (جن و شیطان یا فرشتے) انسانوں کو اس طرح مخاطب کریں کہ وہ اس (خطاب) کو اپنے کانوں سے سن لیں۔

۲: ایسا خطاب جو اس کے دل میں القا کریں۔

ایسی صورت میں مخاطَب یہ نہیں جان پاتا کہ آیا اس کو خطاب کرنے والا کوئی فرشتہ ہے یا شیطان۔ ابن قیم رحمہ اللہ ان دونوں خطابوں کو رحمانی و شیطانی خطاب سے موسوم کرتے ہیں۔

اس لیے ان دونوں (خطابوں) کو شریعت پر پیش کیے بغیر ان کے درمیان تمیز و تفریق ناممکن ہے، پس جو (خطاب) شریعت کے موافق ہو اس کو رحمانی اور جو شریعت کے مخالف ہو اس کو شیطانی خیال کرنا چاہیے۔

ریاضی دانوں کے سماع میں سے ایک خطاب حالی ہے، جس کا صدور نفس کی جانب سے ہوتا ہے، نفس اسے (انسانوں کو) اپنے سے خارج ہونے کا وہم دلاتا ہے، یہ وہم بہت سے رہروان تصوف کو لاحق ہوتا ہے، چنانچہ وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ نفس اپنی کدورتوں کی صفائی ستھرائی کے وقت بحال ریاضت، قلب و روح کو ہوتا ہے اور سالک (صوفی) اپنی لاشعوری و فنا کی حالت میں کبھی اپنے مخاطب ہی کا تصور کرنے لگتا ہے حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

وہ الہام جو ظاہر و باہر ہو کر واقع ہو، یہ عام اور ضروری ہے، دل اسے دور نہیں کرسکتا۔ اس کے تین شرائط ہیں:

① ......انسان حدود الٰہی سے تجاوز کر کے کاہنوں اور شیطانی کشف والوں کی طرح معاصی کا مرتکب نہ ہو۔

② ......جن مستور اشیاء کی ٹوہ میں پڑنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کی ٹوہ میں پڑ کر انسان شرعی حدود کی خلاف ورزی نہ کرے۔

③ ......انسان کبھی خطا کا مرتکب نہ ہو بلکہ اس کا صدق و صفا استمراری ہو کہ کشف شیطانی کا صدق استمراری نہیں ہوتا بلکہ وہ جھوٹ ہوتا ہے کیوں کہ وہ فطری اُمور اور ضروری معلومات جن کے اندر خطا کا احتمال نہیں ہوتا اسی بات کی تمثیل پیش کرتی ہیں۔

۳: الہام کا تیسرا درجہ: وہ الہام جو عین حقیقت کو دوبارہ لوٹ کر صاف ستھرا اور بے شک وشبہ کر دیتا ہے، یہ کائناتی (وجودی) حقیقت کے مشاہدہ میں فنا ہونے سے عبارت ہے، یہی وہ الہامی نوع ہے جو حلولیوں اور اتحادیوں کی اصل ہے۔ فنائیت شہود میں ہوتی ہے نہ کہ وجود میں، حالانکہ حلولیوں اور اتحادیوں کے نزدیک یہ

وجودی فنائیت ہے۔

بہرکیف معاملہ جوبھی ہو، مذکورہ تمام انواع میں شریعت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔اگر شرعی دلیل سے وہ ثابت ہوتو مقبول ہے ورنہ مردود۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ تحدیث، الہام سے زیادہ خاص ہے، اسی کے ساتھ (یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تحدیث پر اعتماد نہ کرتے۔ہاں، جو (تحدیث) رسول اللہ ﷺ سے ہوتی اس پر ضرور اعتماد کرتے۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دل میں ہونے والا الہام کبھی شرعی ہوتا ہے اور کبھی کونی۔شرع سے متعلق الہام کی دو قسمیں ہیں:

① ......جو علم وقول اور ظن واعتماد کی جنس سے ہو۔

② ......جو عمل ومحبت، ارادہ اور طلب کی جنس سے ہو۔

مذکورہ دونوں قسموں میں الہام کی تعیین دو مفروضوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے اور اس کے حق وصواب کی صراحت سے ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میلان ہوتا ہے۔

لیکن جب الہام کائناتی اُمور میں ہوتا ہے تو وہ بندۂ مومن کے لیے یقین یا ظن کی صورت میں منکشف ہوتا ہے، اس فنائیت سے یہ ثابت ہوا کہ اُمور دینیہ کا کشف اولیٰ وافضل ہے، لیکن دلیل کاشف سے اس کا مدلل ہونا ضروری ہے اور کبھی وہ بندے کے دل میں قادح و معترض دلیل سے بھی ہوتا ہے، جس کی تعبیر سے وہ عاجز رہتا ہے۔

امام غزالی نے اس آخری نوع کا جو بندے کے دل میں دلیل قادح سے مرجح ہو اور جس کی تعبیر سے بھی بندہ عاجز ہو، انکار کیا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نظر میں یہ امام غزالی کی غلط فہمی ہے۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ بہت سے ناقص البیان لوگوں کے دل میں بعض کھانوں کے حرام ہونے یا بعض آدمیوں کے فاسق وفاجر ہونے کا القا ہوتا ہے، اگر یہی چیز بالجزم عملی جہت سے ہو تو ان تمام میں شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔محض ظن وتخمین کی بنا پر ایسا نہ کیا جائے گا۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ امر واقع اور حقیقت امر میں دلائل کا برابر ہونا درست نہیں، اگر غور وفکر کرنے والے کی نگاہ میں داخل برابر ہوں تو وہ ان میں سے سب سے ارجح کی معرفت میں اجتہاد کرے، جب وہ معرفت حق میں اپنی کوشش تمام کر ڈالے تو اس سلسلے میں مزید کا طالب نہ ہو۔(مجموع الفتاویٰ: ۱۰/ ۴۷۶، ۴۷۸)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ تصریح سے یہ معلوم ہوا کہ محض ارادۂ قلبیہ کا ان کے یہاں کوئی اعتبار نہیں بلکہ کتاب وسنت پر اسے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔اس نظریے کی صراحت ان کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ اگر قلب مومن میں ایسے امر ونہی کا وقوع ہو جو قرآن کے امر ونہی سے مطابقت رکھتا ہو تو یہ ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہوں گے۔اور یہ (بات) بقول قرآن ''نور علی نور'' کا مصداق ہوگی۔

بعض سلف اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مومن ہے جو کسی اثر کے سنے بغیر حکمت ودانائی کی باتیں بولتا ہے، پس اگر وہ کوئی اثر سن کر ایسا کرے تو یہی ''نور علی نور'' ہے۔

(مجموع الفتاوی: ۱۰/ ۴۷۵)



بقيه: اربعين اعتقادي

۳: ان قرآنی آیات اور اس حدیث نبوی میں اہل بدعت کا ردّ ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام واولیاء عظام کے لیے دنیوی طرز کی زندگی کے قائل ہیں اور اُنھوں نے قبروں میں انھیں زندہ تصور کر کے انھیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ فاسد عقیدہ صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ هداهم الله وايانا.

اصلاحِ معاشرہ

جنسی آوارگی کا تہوار

حافظ ریاض عاقب اثری

عصر حاضر کی مسلمان نوجوان نسل میں جو غیر اسلامی و غیر شرعی رسومات پائی جاتی ہیں، ان میں ایک رسم بد ۱۴ فروری کو ویلنٹائن ڈے (Valentine's Day) منانا بھی شامل ہے۔

یہ بے ہودہ رسم وطن عزیز پاکستان میں گزشتہ چند برسوں سے بہت عام ہو چکی ہے۔ الحاد پسند عناصر اور سیکولر طبقہ ٹی وی ڈراموں، ٹاک شوز، میوزک شوز، کیبل، ڈش، انٹرنیٹ اور موبائل فون کے ذریعہ ہر سال ویلنٹائن ڈے کی فحاشی و عریانی نشر کرتا ہے جس سے نسل جدید تباہی و گمراہی کی راہ پر گامزن ہو رہی ہے۔

پاکستان ایک اسلامی و نظریاتی ملک ہے، جو کلمہ توحید کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا، لیکن بد قسمتی سے یہاں ایسے حکمران و طالع آزما مسلط رہے جن کی حیثیت غیر اسلامی رسوم و رواج کو پروان چڑھانے میں کلیدی رہی۔

ماضی قریب میں یہاں ایک ایسا رنگین مزاج طالع آزما کرسیِ صدارت پر براجمان رہا، جس نے اس پاک وطن میں میڈیا کو بے لگام کر کے فحاشی و بدکاری کو ارزاں کیا اور ویلنٹائن ڈے ایسے بے حیا تہوار کو سرکاری سطح پر منانے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد فحاشی و عریانی کا سیل رواں ایسا چلا جس نے شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا۔

ماہِ فروری کا جونہی آغاز ہوتا ہے ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان کے شہروں کے بازار اور شاپنگ سنٹرز اس دن کے محبتی کارڈوں، سرخ رنگ اور دل کے علامت والے رنگ برنگے تحائف سے سج جاتے ہیں۔ ۱۴ فروری کو نا صرف ہوٹل اور نائٹ کلب ہی نہیں بلکہ شہروں کے مرکزی چوکوں، چوراہوں، پارکوں، بازاروں اور گلی کوچوں کے کارنرز پر آزادی کے نام پر اخلاقی اقدار اور اسلامی روایات پامال کی جاتی ہیں۔

نام نہاد مسلمان اس رسوائے زمانہ دن کو یومِ محبت کے نام پر اہل مغرب کی اندھی تقلید میں مناتے ہیں۔

اس پر مستزاد اس دن پاکستان کے بڑے شہروں میں میوزیکل کنسرٹس (Musical concerts) منعقد کیے جاتے ہیں جو بے حیائی، بے غیرتی اور فحاشی و عریانی کا مرقع ہوتے ہیں۔ اس میں شرکت کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ وہ سب سرخ رنگ کی قمیص پہن کر آئیں اور ایک دوسرے کے جذبات بھڑکائیں۔ معاذ اللہ۔

اس میوزیکل کنسرٹس میں گلوکار و گلوکارائیں موسیقی کے ذریعہ شرکت کرنے والی نسل جدید کے جنسی جذبات بے دار کرتی ہیں۔ یہ ساری فحاشی و بدکاری الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ پورے ملک میں نشر کی جاتی ہے۔ جس سے نوجوانوں میں جنسی آوارگی (Promiscuity) پیدا ہوتی ہے۔

وطن عزیز میں بے لگام میڈیا تفریح کے نام پر عشق و معاشقے اور فحاشی و برائی کو عام کرنے میں اہم کردار کر رہا ہے۔ اس مغربی تہوار سے ہمارے معاشرے میں بے راہ روی کا رجحان عام ہو رہا ہے۔ مغربی معاشرہ خود تو اخلاقی اقدار اور روحانیت سے عاری ہو چکا ہے اب وہ ہمارے معاشرے کو مکمل زوال پذیر کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس مغربی تہوار کی نشر و اشاعت کرنے والے اور جنسی آوارگی و بے حیائی کو عام کرنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو دنیا وآخرت میں الم ناک سزا دینے کا اعلان فرمایا ہے جو مسلم معاشرے میں فحاشی وعریانی پھیلانے میں سرگرداں ہوتے ہیں۔فرمان الٰہی ہے:

’’بے شک وہ لوگ جو مومنین میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔‘‘(النور:۱۹)

اس آیت میں ہر اُس شخص کے لیے سخت سزا کی وعید ہے، جو مسلم معاشرہ میں بے حیائی وبدکاری کی اشاعت میں مصروف ہے۔

یہ خبر پڑھ کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ یہودی امریکا ایسے سیکولر ملک میں رہتے ہوئے اپنی مذہبی روایات وتعلیمات پر بڑی سختی سے کاربند ہیں اور یہودی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں کبھی ویلنٹائن ڈے نہیں مناتے۔اس طرح یہ خبر پڑھ کر بھی ششدر رہ گیا جو ۱۴ فروری ۲۰۰۳ء کو امریکی جریدے "USA Today" میں شائع ہوئی، جس کا عنوان تھا:

"Anti-Valentine's Day activists erupt in India." یعنی انڈیا میں ویلنٹائن ڈے کے مخالفین ظاہر ہوگے۔

اس مضمون میں واضح کیا گیا کہ ویلنٹائن ڈے کے مخالفین نے بمبئی اور دیگر شہروں میں ’’انڈین کلچر کو بچاؤ‘‘ کے نعروں کے ساتھ کارڈ بیچنے والی دکانوں پر چھاپے مار کر ویلنٹائن ڈے کے کارڈز کو آگ لگادی، کیوں کہ ان کے مطابق یہ تہوار نوجوانوں میں جنسی آوارگی پیدا کرتا ہے وہاں کی شیوسینا پارٹی کے راہنما بال ٹھاکرے نے کہا:

’’ویلنٹائن ڈے انڈین سوسائٹی کے اخلاق اور کلچر کے خلاف ہے۔‘‘

شیو سینا کے ایک دوسرے سیاسی راہنما اشور سنگھ چوہدری نے رائیٹرز نیوز کو بغیر کسی معذرت خواہانہ انداز اختیار کیے پوری خود اعتمادی سے انٹرویو میں کہا:

’’ویلنٹائن ڈے ایک فیشن بن گیا ہے، یہ ہمارے نوجوانوں کے کردار کو خراب کررہا ہے۔‘‘

غور طلب بات ہے یہ بیانات پاکستان کے کسی عالم دین یا مولوی کے نہیں کہ ہم اس پر تنگ نظری، دقیانوسی اور انتہا پسندی کا فتویٰ لگا دیں۔ بلکہ یہ الفاظ سیکولر ملک کے ایک سیاست دان کے ہیں۔

لیکن صد افسوس ہمارے ملک کے سیاست دانوں اور ارباب حکومت پر کہ جن کے منھ سے حق گوئی کے کلمات نہیں نکلتے۔

آخر میں حکومت وقت، علمائے حق اور ہر محبّ دین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر اس فحاشی وعریانی کے منھ زور سیل رواں کے سامنے مضبوط بند قائم کریں۔حکومتِ وقت چونکہ پورے ملک کی ذمہ دار ہے۔اسے چاہیے کہ میڈیا پر مکمل پابندی عائد کرے کہ وہ ایسے پروگرام نشر نہ کرے کہ جس سے فحاشی وبدکاری کا درس ملتا ہو اور اس سے نوجوان نسل کے بہکانے کے امکانات ہوں۔ اگر حکومت اپنے ان فرائض سے غافل ہوتی ہے تو قیامت کے روز وہ اس کی ذمہ دار ہوگی۔

اس طرح علمائے حق اور ہر محبِّ اسلام کو بھی اس برائی کے خلاف صدائے حق بلند کرنی چاہیے کیوں کہ اس اُمت کی سب سے بڑی خوبی وخصوصیت جس کی وجہ سے اسے ’’بہترین اُمت‘‘ کا لقب ملا ہے، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔حدیث کے مطابق اس فریضہ سے غفلت تمام لوگوں کو ہلاکت وبربادی میں ڈال سکتی ہے۔

اگر ہم نے اپنے معاشرے کو بگاڑ سے بچانا ہے تو پھر ہمیں جنسی آوارگی کے اس تہوار کے خلاف ایک ہونا ہوگا۔اگر ہم جنسی آوارگی کے تہوار کے سامنے سدّ سکندری نہ باندھ سکے تو پھر ہمارا معاشرہ بھی مغربی معاشرے کی تصویر ہوگا اور یہاں جنسی بے راہ روی عام ہوگی۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

علم وہدایت کے روشن ستارے عظیم اہل بیت رضی اللہ عنہم

تالیف: السید حسن الحسینی
ترجمہ: مولانا آصف نسیم
ضمیمہ: صالح بن عبداللہ الدرویش
نظرثانی: سیدہ نبیلہ محمود
ضخامت: ۳۹۰ صفحات (عمدہ خوب صورت جلد، طباعت وکاغذ بہترین)
ناشر: دارالمعرفۃ پاکستان، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 0321-4210145
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

رسول اللہ ﷺ کے پاک گھرانے کے افراد کو عموماً ''اہل بیت رسول ﷺ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ''اہل'' کا معنی ہے والا اور ''بیت'' کا معنی ہے گھر، یوں ''اہل بیت'' کا معنی ہوئے گھر والے۔ کچھ لوگوں نے اس کا معنی یوں کیا کہ اہل بیت صرف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہی ہیں۔ جنھیں مبتدعین نہ صرف یہ کہ انھیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا مانتے ہیں بلکہ بعض انھیں ''پنج تن پاک'' کا لقب دیتے ہوئے دیگر صحابہ کی طہارت نفوس پر قدغن لگا دیتے ہیں۔

اہل بیت رسول ﷺ دراصل کون ہیں؟ ان کی تعریف کیا ہے اور کن کو اہل بیت کہا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ ایک دن مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام ''خُم'' میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

''اے لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار کا پیغام بَر میرے پاس آئے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے۔'' بعدازاں فرمایا: ''اور میرے گھر والے۔ میں تم لوگوں کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔''

اہل بیت اطہار ﷺ میں ازواج النبی ﷺ بھی شامل ہیں، جن کے متعلق قرآن کریم کی سورۂ احزاب میں یوں بیان فرمایا ہے:

''اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح نہ پھرو، نمازوں کو قائم کرو، زکات دو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم سے گندگی کو دور کرے اور تم کو پاکیزہ بنا دے۔'' (الاحزاب:۳۳)

زیرِ تبصرہ کتاب کے صفحہ ۳۳۴ پر ''اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کون ہیں؟'' کے عنوان سے بھرپور بحث موجود ہے۔

حضراتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ اللہ کریم نے بہت بلند رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے عالی مقام امام الانبیاء ﷺ کو بخشا ہے اسی طرح اہل بیت رسول کو بھی علو مرتبت سے سرفراز کیا ہے۔

مکہ و مدینہ شریف کے درمیان ایک جگہ ''غدیر خم'' پر جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ایک اللہ کا قرآن اور دوسرے اہل بیت۔''

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ دونوں چیزوں کو ''ثقلین'' کے

نام سے ان کی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت کی بنا پر پکارا گیا۔ ان دونوں کو ''ثقلین'' (بھاری چیزیں) اس لیے فرمایا کہ ان پر عمل کرنا عموماً دشوار سمجھا جاتا ہے۔'' (ص: ۲۸)

سب سے اعلیٰ سیرت جو ہم مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دی گئی وہ نبی ﷺ کی زندگی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ۲۱]

''یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی عملی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے۔''

سب سے بہتر زمانہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، پھر تابعین عظام رحمہم اللہ کا اور پھر تبع تابعین کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير الناس قرني ، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم .)) (صحيح بخاري)

''سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد والے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد والے اور پھر وہ جو ان کے بعد والے ہیں۔''

زیر تبصرہ کتاب میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بالتفصیل تذکرہ اور ان کی شان و مناقب، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد کا تذکرہ، نبی کریم ﷺ کے چچاؤں اور پھوپھیوں اور آگے ان کی اولاد و احفاد کا تذکرہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی سیرت اور کارنامے اور ان کی اولاد کے بارے میں مفصل لکھا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور ان کی شان قرآن و سنت کی روشنی میں سمجھنے اور پڑھنے کے لیے زیر نظر کتاب کو ایک اچھی کاوش کہا جا سکتا ہے۔

کتاب اصل میں عربی زبان میں تھی، بعد میں اسے اردو کا جامہ پہنایا گیا۔ اردو ترجمے کی روانی خوب ہے۔ کتاب میں نبی کریم ﷺ، امہات المومنین اور عشرہ مبشرہ، یعنی جنھیں آپ ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت سے سرفراز فرمایا تھا، کا دل نشین تذکرہ کیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اصل میں سید حسن الحسینی حفظہ اللہ کے بحرین ٹیلی ویژن کے وہ پروگرام ہیں جو رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ میں نشر کیے گئے۔ ان پروگراموں کو بڑی پذیرائی ملی تھی۔ بعد ازاں انھیں کتابی شکل میں پیش کیا گیا۔

اس موادِ علمیہ کی افادیت کے پیش نظر اسے اُردو زبان میں مولانا آصف نسیم صاحب نے بڑی ذمہ داری سے پیش فرمایا ہے۔ اردو ترجمے کی مراجعت جامعہ فاطمۃ الزہرا للبنات لاہور کی معلّمہ سیدہ نبیلہ محمود صاحبہ نے کی ہے اور اصل کتب حوالہ سے اسے مزین کیا ہے۔ یہ سب کام دار المعرفۃ کے روح رواں جناب مولانا محمد زکریا زاہد حفظہ اللہ کی زیر نگرانی انجام دیا گیا ہے۔

دار المعرفۃ پاکستان مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے ایک عمدہ کتاب شائع کر کے خوانندگان محترم کے علمی ذوق کی تسکین کا سامان کیا ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ (علمی و تصنیفی خدمات)

تالیف: عبد الرشید عراقی

ضخامت: ۱۰۳ صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خالق آباد، ضلع نوشہرہ خیبر پختون خوا۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی علمی و تصنیفی خدمات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے ۔ آپ بہترین خطیب ، عمدہ صحافی اور صاحب طرز ادیب، جہاں دیدہ سیاست دان اور دور اندیش مفکر تھے۔ایک ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت میں اُنھوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا سوچا اور سیاست دان ہونے کی صورت میں ان کی طاقت کو یک جا رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

آپ بہ یک وقت بہت سی خوبیوں کے حامل تھے ۔آپ مفسر قرآن بھی تھے اور تاریخ دان بھی۔فکر و تدبر اور ذکاوت وذہانت میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔

ملک عبدالرشید عراقی بزرگ لکھاری ہیں ۔ان کے قلم سے اب تک کئی ایک قیمتی نوادر حیطۂ تحریر میں آچکے ہیں ۔ملک عبدالرشید عراقی کی مؤلفات میں زیرنظر کتاب ایک عمدہ اضافہ ہے۔

کتاب کو مؤلف نے تین ابواب پر تقسیم کیا ہے:

کتاب کے پہلے باب میں جو صفحہ ۱۵ تا ۶۵ پر مشتمل ہے، مولانا ابو الکلام آزاد کا تعارف اوراعترافِ عظمت میں مشاہیر شخصیات کے اقتباسات دیے گئے ہیں۔اس کے علاوہ مولانا کی مختصر سوانح عمری بھی درج ہے۔

دوسرے باب میں مولانا ابوالکلام رحمہ اللہ کی تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ و دیگر عنوانات پر لکھی گئی کتب کا جامع تعارف دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں مولانا آزاد پر لکھے گئے مضامین و مقالہ جات کی کچھ تفصیل ہے۔آخر میں مراجع ومصادر ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی (مدیر ماہنامہ ''القاسم'') نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اُٹھایا اور اسے شائع فرمایا۔انھوں پیش لفظ میں عراقی صاحب کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔محترم حکیم راحت نسیم سوہدروی کے مقدمے سے اس کتاب کا آغاز ہوا جو بڑا مفید مقدمہ ہے۔اس میں مولانا آزاد کے قلمی و تصنیفی گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔اسی طرح عبدالعزیز فاروق (ایم۔اے) کے تعارفی کلمات بھی احسن پیرایۂ بیان لیے ہوئے۔

اہل ذوق کے لیے کتاب معلومات میں اضافے کا باعث ہوگی۔

کتاب کا انتساب مولانا ابوالکلام آزاد کے محبّ جناب محترم ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری صاحب (کراچی) کے نام کیا گیا ہے۔



قارئین الاعتصام سے ایک گزارش

ہفت روزہ الاعتصام کے قارئین کرام کا سالانہ چندہ ختم ہونے پر انھیں بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع کیا جاتا ہے، ہمارے بہت سے قارئین حضرات اس کارڈ پر اطلاع پا کر بذریعہ منی آرڈر یا نقد زرتعاون ارسال فرماتے ہیں۔لیکن جن احباب کے زرتعاون جمع کرانے کی اطلاع دفتر الاعتصام میں ایک ماہ تک موصول نہ ہو تو دفتر انھیں رسالہ بطور وی پی پی ارسال کرتا ہے۔وی پی پر ڈاک خانے والے مبلغ پچاس روپے منی آرڈر فیس وصول کرتے ہیں۔اس طرح قارئین کو مبلغ پانچ صد نوے (۵۹۰) روپے ادا کرنا ہوتے ہیں۔

محترم قارئین سے گزارش ہے کہ وہ بروقت اپنا چندہ مبلغ پانچ صد روپے سالانہ بذریعہ منی آرڈر یا نقد ارسال فرما دیا کریں بصورت دیگر وی پی رسالہ ضرور وصول کرلیا کریں۔کیوں کہ وی پی وصول نہ ہونے کی صورت میں ادارے کو نقصان ہوتا ہے۔

اُمید ہے قارئین کرام الاعتصام اس درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اس کے ساتھ تعاون جاری رکھیں گے۔(ادارہ)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد

غ ۳۵ ح حقیقۃ الوحی، ص: ۵۰۰۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد نذیر (مجموعہ ۲ کتب)

ن ۴۵۳ ح حضرت مسیح کا مقام، ص: ۵۶۔ انجمن احمدیہ، ربوہ۔

۲۔ محمد حنیف۔ خاتمۃ النبیین کا مفہوم، ص: ۵۰۔ انجمن احمدیہ، ربوہ۔

۲۹۷ء۸۹۳ عبدالقادر

ع ۶۰ ح حیات طیبہ، ص: ۴۸۶۔ اُردو پریس، میکلوڈ روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ ظفر اسلام

ظ ۲۱ ح حضرت فضل عمر کے زرّیں کارنامے، ص: ۱۶۱۔ فیض اللہ پریس۔

۲۹۷ء۸۹۳ طاہر احمد

ط ۴۱ خ خلیج کا بحران اور نظام جہانِ نو، ص: ۳۵۸۔ ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔

۲۹۷ء۸۹۳ بشیر الدین محمود

م ۷۱ ۵ د دعوۃ الامیر، ص: ۲۸۳۔ رفاعہ پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ بشیر احمد محمود

م ۵۷ د دعوۃ الامیر، ص: ۲۸۴۔ مطبع وزیر ہند، امرتسر۔

۲۹۷ء۸۹۳ بشیر احمد محمود

ب ۹۳ س سلسلہ احمدیہ، ص: ۴۴۲۔ سٹیم پریس، قادیان۔

۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی

غ ۳۵ س سرمہ چشم آریہ، ص: ۲۶۰۔ ریاض ہند پریس، امرتسر۔

۲۹۷ء۸۹۳ بشیر احمد

ب ۵۷ س سیرت المہدی، ص: ۱۹۲۔ اسلامیہ سٹیم پریس، دہلی۔

۲۹۷ء۸۹۳ اللہ بخش

ا ۳۵ ش شہادت حقہ، ص: ۸۴۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد

غ ۳۵ ش شہادۃ القرآن، ص: ۷۵۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ اسلام انٹرنیشنل

ا ۴۰۱ ف فیصلہ قرآن و سنت کا چلے گا بہ جواب فیصلہ آپ کریں، ص: ۲۵۔ ناشر: اسلام انٹرنیشنل۔

۲۹۷ء۸۹۳ اسلام انٹرنیشنل

ا ۲۷ ک کلمہ طیبہ کی عظمت کا قیام احمدی کی پہچان بہ جواب قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین، ص: ۲۵۱۔ اسلام انٹرنیشنل۔

۲۹۷ء۸۹۳ بشیر الدین محمود (مجموعہ ۴ رسائل)

ا ۵۷ ق قول الحق، ص: ۴۱۔ وزیر ہند پریس، امرتسر۔

۲۔ محمد علی۔ مسیح موعود اور ختم نبوت، ص: ۴۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

۳۔ سردار خان۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں، ص: ۱۲۔ سٹیم پرنٹنگ پریس، لاہور۔

۴۔ محمد علی۔ نصائح برائے بیعت کنندگان، ص: ۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ شیر محمد ملک

ش۸۵۰ل لا نبی بعدی،ص:۲۶۸۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔
۲۹۷ء۸۹۳ مبارک علی (مجموعہ۲ کتب)
م۸۵ھ ہدایت اللہ،ص:۱۱۲۔پریس سیالکوٹ۔
۲۔ابو یوسف۔القول الفصیح،ص:۳۴۔پریس سیالکوٹ۔
۲۹۷ء۸۹۳ صلاح الدین
ص۸۱م مکتوبات اصحاب احمد (جلد اول) ص: ۹۶۔ پریس جامع مسجد دہلی۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵م مکتوبات احمدیہ (جلد :۵،نمبر:۲) ص: ۱۲۷۔ آفس قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵م مکتوبات احمدیہ (جلد :۵،نمبر:۴) ص: ۱۴۴۔ آفس قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵م منتخب تحریرات حضرت مرزا غلام احمد قادیانی،ص:۵۲۔ ضیاءالاسلام۔
۲۹۷ء۸۹۳ محمد علی لاہوری (مجموعہ۴ کتب)
م۹۲م مقام حدیث،ص:۱۰۰۔مقبول عام پریس،لاہور۔
۲۔محمد علی۔مسیح موعود،ص:۱۵۴۔کریمی پریس۔
۳۔غلام احمد۔سچائی کا اظہار،ص:۱۰۔وزیر ہند پریس۔
۴۔غلام احمد۔نور القرآن،ص:۳۲۔اشاعت قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ طاہر احمد
ط۱۴م مجالس عرفان،ص:۱۴۰۔لجنۃ اماء اللہ،کراچی۔
۲۹۷ء۸۹۳ ممتاز احمد
م۵۲۵م مجاہد کبیر،ص:۴۲۳۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔
۲۹۷ء۸۹۳ صاحب زادہ بشیر الدین محمود
ص۵۲م منصب خلافت،ص:۱۱۳۔مینشن پریس،قادیان۔

۲۹۷ء۸۹۳ جماعت احمدیہ
ج۵۲م منتخب احادیث،ص:۸۱۔ضیاءالاسلام،ربوہ۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد (مجموعہ۳ کتب)
غ۳۵و الوصیۃ،ص:۲۴۔پنجاب پریس،سیالکوٹ۔
۲۔غلام احمد۔بحضور گورنر بہادر،ص:۱۲۔
۳۔غلام احمد قادیانی۔آئینہ کمالاتِ اسلام،ص:۶۰۳۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ن نزول مسیح،ص:۹۰۔ضیاءالاسلام پریس۔
۲۹۷ء۸۹۳ بشیر الدین محمود
م۵۷ن نجات،ص:۱۶۔سٹیم پریس۔
۲۹۷ء۸۹۳ نامعلوم
ن النبوۃ فی الاسلام،ص:۳۴۱۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵گ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد،ص: ۲۲۔ ضیاء الاسلام، قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵ا اسلامی اُصول کی فلاسفی،ص:۸۳۔کریمی پریس،لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵ن نور الحق،ص:۱۳۶۔المصطفائی پریس،لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ک کشتیِ نوح،ص: ۱۱۱۔ نظارات اشاعت لٹریچر، صدر انجمن احمدیہ،پاکستان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵ن نور القرآن (حصہ اول) ص: ۲۸۔ مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد
غ۳۵ن نور القرآن (حصہ دوم) ص: ۷۷۔ مطبع انوار احمدیہ دارالامان۔

۴۹۲ء۲۹۷ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ن نور القرآن (حصہ دوم)، ص: ۴۸۔ مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔
۸۹۳ء۲۹۷ نظام الدین
ن ا المسیح الموعود، ص: ۶۲۔ انجمن احمدیہ، کشمیر۔
۸۹۲ء۲۹۷ نامعلوم
ن۹۳ر رسالہ انجمن تائید الاسلام لاہور، ص: ۱۶۰۔ انجمن مجاہدین، لاہور۔
۴۲۷ء۲۹۷ محمد قریشی
ق۵۱۸ح حیات مسیح اور ختم نبوت، ص: ۱۳۷۔ انتخاب جدید پریس، لاہور۔
۸۹۳ء۲۹۷ محمد انور شاہ کشمیری (مجموعہ ۴ کتب)
۱) ۷خ خاتم النبیین، ص: ۹۶۔ ادارہ مجلس علمی، کراچی۔
۲۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ تائیۃ القضاء والقدر، ص: ۴۱۔ ادارہ مجلۃ الصدیق، پاکستان۔
۳۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ احسن الحدیث فی ابطال التثلیث، ص: ۶۴۔ تعلیمی پریس، لاہور۔
۴۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ مختصر رسالہ، ص: ۱۶۔ تعلیمی پریس، لاہور۔
۸۹۳ء۲۹۷ محمد عثمان
ع۶۲ق قول الحق المسیح الموعود، ص: ۸۴۔ مرکنٹائل پریس، دہلی۔
۸۹۳ء۲۹۷ غلام حیدر
غ۴۵ک کشف الاسرار؛ ریویو انگریزی قرآن مترجمہ ومفسرہ مولوی محمد علی بہ زبان اُردو (حصہ اول)، ص: ۱۵۰۔ کمرشل پرنٹنگ پریس، سرگودھا۔

✿✿✿

فریبِ یقیں

بایں شعور و تدبر جہاں پہ طاری ہے
جمودِ بے بصری یا سکوتِ بے خبری
ہے اشتباہ کے سایہ میں یوں یقیں کی نمود
گھٹا میں جیسے طلوعِ سپیدۂ سحری
ہزار حیف کہ دیوانگی کی باتوں کو
سمجھ رہا ہے زمانہ حقائق نظری
ہے کائناتِ زمانہ وہ جہل کا شیشہ
یقیں کی جس میں اُتاری گئی ہے سبز پری
گماں و وہم کے تیشے اگر سلامت ہیں
حباب سے بھی ہے کمتر یقیں کی شیشہ گری
شہود و علم کی کم مائیگی خدا کی پناہ
کھنڈر پہ ثبت ہو جس طرح کتبۂ حجری
سمجھ سکا نہ کوء اس حقیر ذرہ کو
اور اس پہ دعوی ادراکِ ہیئتِ قمری
تلاش کی تھی زمرد کی ، خاک بھی نہ ملی
نہ پوچھ دہر میں شاخِ عمل کی بے ثمری
وہ چند اوس کی بوندیں جو مل گئی ہیں بہم
نگاہ ان کو سمجھتی ہے غنچۂ سحری
وہ بھید جس کو نہ سمجھے غزالی و رومی
مری مجال کہ میں کر سکوں گا پردہ دری

(ماہرالقادری)